یاایہا الذین امنو لا تقولو راعنا و قولو انظرنا
شانِ نبوت
قرآن و سنّت کی روشنی میں
مفتی محمد خان قادری
مرکزِ تحقیقاتِ اسلامیہ
جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا

(قرآن و سُنّت کی روشنی میں)

تالیف

مفتی محمد خان قادری

مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ ○ لاہور

نام کتاب ــــــ شان نبوت

تالیف ــــــ مفتی محمد خان قادری

باہتمام ــــــ محمد فاروق قادری

طباعت ــــــ باردوم مئی 2005ء

ناشر ــــــ مرکز تحقیقات اسلامیہ لاہور

قیمت ــــــ 100 روپے

ملنے کے پتے

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور
☆ مکتبہ رضویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ میلاد پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ کرمانوالہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور
☆ سنی کتب خانہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ علمی پبلشرز دربار مارکیٹ لاہور
☆ مکتبہ زاویہ دربار مارکیٹ لاہور
☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کراچی
☆ مکتبہ غوثیہ سبزی منڈی کراچی
☆ احمد بک کارپوریشن راولپنڈی
☆ شبیر برادرز اردو بازار لاہور
☆ نوریہ رضویہ کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ اسلام بک ڈپو لاہور
☆ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
☆ پروگریسو اردو بازار لاہور
☆ روحانی پبلی کیشنز لاہور
☆ مکتبہ نعیمیہ لاہور
☆ مکتبہ تنظیم المدارس لوہاری لاہور

کاروان اسلام پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

فون: 4-042-5300353 042-7580004 موبائل: 0300-4407048

انتساب

شیخ المحدثین امام قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

☆ جنہوں نے حبیب خدا ﷺ کے حقوق اور مقامات پر عظیم کتاب

"**الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ**" ﷺ لکھی

☆ جس سے امت مسلمہ رہتی دنیا تک استفادہ کر کے اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے گی۔

محمد خان قادری

اہم نوٹ

اسلام نے اختلافی مسائل کو دلائل سے بیان کرنے کی اجازت دی ہے مگر کسی کا خصوصاً اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ اور ان کی تعلیمات کا تمسخر اڑانے کی ہر گز اجازت نہیں دی۔

اس نام نہاد "پروفیسر" نے مسلمانوں کے نظریات کو ہر جگہ بطور طعن بیان کیا ہے خصوصاً آپ ﷺ کی ذات اقدس کے مقامات اور شانوں کے حوالے سے اس نے منافقین کا وطیرہ اپنایا ہے۔

نعوذباللہ آپ ﷺ کی خودساختہ کمزوریوں کو سامنے لانے اور کمالات کو چھپانے کی کوشش کی ہے۔

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجہ تالیف

چند ماہ پہلے میر پور آزاد کشمیر کے پروفیسر زاہد حسین مرزا نے ایک کتاب "مقام نبوت جاہلیت اور اسلام کے تصورات" لکھی جس میں اس نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے بارے میں نہایت ہی حقارت امیز اور گستاخانہ انداز اپنایا کہیں اس نے آپ ﷺ کے فقر اختیاری کا مذاق اڑایا اور کہیں آپ ﷺ کو جاہل ثابت کرنے کی کوشش کی، کہیں اس نے اللہ کے حبیب ﷺ کو مجبور محض کہہ کے توہین کی اور کہیں اس نے آپ ﷺ کو عام سطح کا انسان و بشر ثابت کرنے کی بے ہودہ کوشش کی ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھ دیا کہ آپ ﷺ بعثت سے پہلے ایمان سے واقف نہ تھے جس کی وجہ سے مسلمانان کشمیر میں اضطراب و پریشانی کی لہر دوڑ گئی، وہاں کے مشائخ و علماء اور عوام نے جہاں اس فتنہ کو ختم کرنے کے لئے دیگر نہایت ہی اعلیٰ کاوشیں کیں وہاں انہوں نے یہ ضرورت بھی محسوس کی کہ اس کتاب کا قرآن و سنت کی روشنی میں رد لکھا جانا چاہئے تاکہ مسلمانوں کے عقائد و نظریات کی حفاظت کی جا سکے بلکہ انہوں نے ایک استفتاء بھی متعدد اہل علم کی خدمت میں ارسال کیا تاکہ اس پر ان کی آراء سامنے آجائیں جواباً متعدد اہل علم نے حسب استطاعت اس مسئلہ پر تعاون کر کے اپنی ذمہ داری پوری کی خصوصاً عالم اسلام کی نہایت ہی دو علمی شخصیات نے اس معاملہ کو اپنے ایمان کا مسئلہ سمجھ کر اس پر خصوصی محنت اور توجہ دی۔

۱۔ استاذ العلماء شیخ القرآن حضرت مولانا غلام علی قادری اوکاڑوی دامت برکاتھم العالیہ۔

۲۔ استاذ العلماء مخدومِ اہلِ سنت حضرت مفتی محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی مدظلہ العالی زیر موضوع مسئلہ پر سب سے پہلے تحریری تعاون بھی قبلہ مفتی صاحب مدظلہ

کا ہی حصہ ہے۔

ان دونوں بزرگوں نے مذکورہ کتاب کے غلط اور گستاخانہ نظریات کے بطلان پر کتاب و سنت سے بہت سے دلائل جمع فرما دیئے تھے۔ اس کے اقتباسات اور ان کے مجموعی تاثر اور اس کے مستقبل پر غلط اثرات مرتب ہونے کا جائزہ بھی لیا تھا۔ انہی دنوں بندہ نے بھی تھوڑی سی اس پر کاوش کی تھی۔ ان تمام کو یکجا کرنے کے لئے لاہور میں ۲۷ ستمبر ۱۹۹۹ء بروز پیر مشائخ و علماء کی ایک نشست منعقد کی گئی جو صبح دس بجے لے کر رات گیارہ بجے تک جاری رہی اس میں درج ذیل اہل علم و فضل نے شرکت فرمائی۔

۱۔ شیخ القرآن مولانا غلام علی قادری اشرفی
۲۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عتیق الرحمن مجددی
۳۔ مولانا علی احمد سندھیلوی
۴۔ مولانا گل احمد عتیقی
۵۔ پروفیسر محمد یوسف فاروقی
۶۔ مولانا محمد کمال الدین مجددی
۷۔ مولانا محمد حفیظ الرحمن غزالی

مذکورہ پوری کتاب کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ بندہ کا تیار کردہ مسودہ بھی سنا گیا، جس میں متعدد ترامیم و اضافات تجویز ہوئے ان اہل علم کی علمی اور قیمتی آراء اور قبلہ اوکاڑوی اور قبلہ مفتی صاحبان مدظلھما کے تیار کردہ مسودات سے استفادہ کر کے یہ کتاب تیار کی ہے۔ یہ کتاب جہاں مذکورہ کتاب کی تردید ہے وہاں یہ عقائدہ صحیحہ کا مجموعہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و لطف سے جو آدمی تعصب کی پٹی اتار کر اسے پڑھے گا۔ وہ محسوس کرے گا انہی نظریات کو اپنانے کی کتاب و سنت نے تعلیم دی ہے۔

ہم نے قبلہ مفتی صاحب کے مسودہ سے دو چیزیں

۱۔ پروفیسر کی بددیانتی پر مبنی تحریرات اور انداز تحریر
۲۔ اقتباسات کا مجموعی تاثر۔

من و عن شامل کر دیں ہیں۔

آخر میں اگر میں اس شخصیت کا (ان کے منع کرنے کے باوجود) ذکر نہ کروں تو مجھ پر یہ قرض و بوجھ رہے گا وہ ہے حضرت صاحبزادہ پیر عتیق الرحمن مجددی رضوی سجادہ نشین ڈھانگری شریف آزاد کشمیر جو اس مسئلہ و تحریک میں سپہ سالار کا درجہ رکھتے ہیں، انہوں نے اس معاملہ میں جو محنت کی ہے وہ قابل تحسین ہی نہیں بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تمام مشائخ و علماء کے فیوض و برکات میں مزید اضافہ فرماتے، ان کی اس خدمت کو قبول فرماتے ہوئے ہم سب کے لئے اسے ذریعہ شفاعت بناتے اور روز قیامت اپنے حبیب ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جگہ عطا فرمائے۔

سگِ بے ہنر
محمد خان قادری
بروز اتوار بعد نماز ظہر
مرکز تحقیقات اسلامیہ شادمان لاہور
۱۷ اکتوبر ۱۹۹۹ء

از سی حرفی ہائے مبارکہ قطب العارفین سید السادات حضرت پیر سید محمد نیک عالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ

گوہڑاہ سیداں شریف حال مزار پرانوار سنگوٹ شریف میرپور آزاد کشمیر

الف آپ توں ہیں کارساز میرا
پاک ذات غریب نواز اللہ
واحد لاشریک بے مثل مالک
خالق خلق دا باجھ انبار اللہ
تیرے در تے سیس نوان والا
ہوندا جگ دے وچ ممتاز اللہ
نظر فضل احسان دے نال ویکھیں
عالم شاہ دا عجز نیاز اللہ

ب بعد تیرے جس دا شان اعلی
پاک ذات اوہ شاہ لولاک داہے
اکھ جان دلی نوں سرمہ نور والا
اس نور دے پیر دی خاک داہے
جس روز دے ہول تھیں دل کنبن
اس روز غم خوار غمناک داہے
عالم شاہ تھیں لکھ درود اس نوں
جیہڑا شاہ زمیں افلاک داہے

س سچ حقیق تحقیق غائتہ
راہ پاک رسول امین دائی
جس چھوڑیا راہ رسول والا
تابع نفس شیطان لعین دائی
بھانویں لکھ ریاضتاں کشف اسدے
راہ ماریا اس بیدین دائی
عالم سڑک مطلوب پہچان والی
سنت احمدی راہ یقین دائی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از قلم۔ حضرت مولانا مفتی محمد کمال الدین صاحب
مدرس درس نظامی دارالعلم والعمل نقشبندیہ مجددیہ قادریہ ڈہانگری شریف

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

اما بعد: یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ دین اسلام دو جزوں سے مرکب ہے۔ (۱) عقائد (۲) اعمال۔ عقائد کا تعلق دل سے اور اعمال کا تعلق بدن سے ہے۔ صحت اعمال کا مدار عقائد پر ہے۔ اگر انسان کا عقیدہ صحیح ہے تو اس کا ہر عمل صالح و مقبول ہے۔ اگر عقیدہ درست نہیں تو کوئی عمل مقبول نہیں۔ عقائد میں سے عقیدۂ توحید و رسالت بہت اہم ہیں۔اور ملت اسلامیہ کی اساس و بنیاد عقیدۂ توحید و رسالت پر ہے۔

عقیدۂ توحید

جو قرآن و سنت سے ثابت ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنی ذات و صفات، اسماء و افعال میں وحدہ لاشریک ہے، واجب الوجود ہے۔ تمام عیوب و نقائص سے پاک و منزہ ہے۔ اور اس جہان کی تمام چیزیں توحید باری تعالی پر دلائل ہیں۔

عقیدۂ رسالت

جو قرآن و سنت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ تخلیق انسانی کا مقصد معرفت الہی اور اس سے فیض حاصل کرنا ہے۔ عام انسان میں اللہ تعالی کی معرفت کی منزل تک پہنچنے اور اس سے فیض حاصل کرنے کی استعداد اور قابلیت نہیں، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ فیض دینے والے اور فیض لینے والے کے درمیان مناسبت شرط ہے۔ عام انسان اور اللہ تعالی کے درمیان کوئی مناسبت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سوا عام مخلوق میں کدورت و ظلمت ہے۔ اور اللہ تعالی کدورت و

ظلمت سے پاک و منزہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالی نے انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان واسطہ پیدا فرمایا اور دو جہتیں بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا۔ جہت بشری بھی عطا فرمائی اور جہت نورانی بھی عطا فرمائی۔ جہت نورانی سے اللہ تعالی سے فیض لیتے ہیں اور جہت بشری سے مخلوق تک فیض پہنچاتے ہیں۔ اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضور ﷺ کی حقیقت صرف حقیقت بشری ہے فرق صرف نزول وحی کا ہے جیسا کہ اہل بطالت کا مذہب ہے تو لازم آئے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی عدم مناسبت کی وجہ سے اللہ تعالی سے استفادہ نہیں کر سکتے۔ اصل میں تو یہ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ نبی کی حقیقت صرف اور صرف بشری ہے، اسی وجہ سے وہ اعتراض کرتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور ﷺ پر وحی نازل ہوتی ہے کسی اور پر کیوں نہیں نازل ہوتی؟ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ تو اللہ تعالی نے قرآن پاک میں فرمایا۔

"اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (الانعام ۱۲۴)

اللہ تعالی مقام رسالت کو خوب جانتا ہے۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقت ایسی ہے جس میں نبوت و رسالت کی استعداد ہے۔ باقی میں یہ استعداد نہیں۔ یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمیں اللہ تعالی کی ذات و صفات کی معرفت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ سے حاصل ہوئی۔ ہمیں اللہ تعالی کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں کا علم، یوم قیامت، عقائد و اعمال وغیرہ کا علم حضور ﷺ نے عطا فرمایا، اور سارا دین حضور ﷺ کی ذات اقدس سے ہمیں ملا ہے، اس لئے سارے دین کی بنیاد اور اصل الاصول حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اس لئے خداوند قدوس جل جلالہ نے قرآن پاک میں اپنے پیارے محبوب ﷺ کے دربار اقدس کے آداب کی تعلیم مسلمانوں کو بڑے اہتمام کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔

تعظیم رسول ﷺ اور قرآن کریم

اللہ تعالی ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے۔

یاایھا الذین امنو لاتقولو راعنا وقولوانظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم (البقرۃ ۱۴۰)

اے ایمان والو! "راعنا" نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ﷺ ہم پر نظر کرم رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنیں اور کافروں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

فلاوربک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (النساء: ۶۵)

اے محبوب ﷺ! رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

یاایھاالذین امنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

چوتھے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولوانھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم

(الحجرات ۵،۴)

بے شک وہ جو تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں اور اگر وہ صبر کرتے جہاں تک کہ آپ ان کے پاس تشریف لاتے تو یہ ان کے لئے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان آیات طیبات میں اللہ تعالی نے اپنے محبوب اقدس ﷺ کے دربار اقدس کے آداب اور تعظیم و توقیر ملحوظ رکھنے کا جو حکم فرمایا ہے اور ہدایات فرمائی ہیں محتاج وضاحت نہیں۔ اور ان کی روشنی میں حضور ﷺ کی شان اقدس میں ادنی گستاخی کا جرم عظیم ہونا اظہر من الشمس ہے۔ حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر بجالانا ہر مسلمان پر فرض ہے، بلکہ تمام فرائض سے مقدم اور تمام فرائض کی اصل ہے۔ امام اہل سنت مجدد دین و ملت عاشق صادق مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے کیا خوب فرمایا۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الا صول بندگی اس تاجور کی ہے

حضور ﷺ کے دربار اقدس میں کسی قسم کی قصداً،عمداً،اشارۃً،کنایۃً ادنی گستاخی صریح کفر ہے۔قرآن و سنت، اجماعِ امت اور آئمہ مجتہدین کی تصریحات کے مطابق حضور ﷺ کے دربار اقدس میں توہین اور گستاخی کرنے والے کی سزا قتل و سزائے موت ہے، حضور ﷺ کے زمانۂ اقدس سے لے کر آج تک تاریخ گواہ ہے کہ اگر کسی بدبخت، بے ایمان لعین نے (چاہے مسلمان کہلاتا ہو یا کافر) حضور ﷺ کے دربار اقدس میں بے ادبی و گستاخی کی جرات کی تو مسلمانوں نے اس بے ایمان کو واصل جہنم کرنے کے لئے اپنی جان، مال اور اولاد کی قربانی کرنے سے

دریغ نہیں کیا۔ سرزمین میرپور میں کالج کے ایک نام نہاد "پروفیسر زاہد مرزا کذاب" نے ایک کتاب بنام مقام نبوت لکھی اور ایسا انداز تحریر اختیار کیا کہ کوئی مسلمان اس طرح نہیں کر سکتا۔ جب یہ کتاب منظر عام پر آئی تو مسلمان غیرت ایمانی کا مظاہر کرتے ہوئے میدان عمل میں آ گئے اور اس کو واصل جہنم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ فاضل جلیل عالم نبیل مولانا مفتی محمد خاں قادری دامت برکاتھم العالیہ نے اپنی علمی صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے زاہد مرزا کذاب کی کتاب مقام نبوت کا جواب "شان نبوت" لکھ کر خوب پوسٹ مارٹم کیا اور اس کی کفریہ عبارات کی نشاندی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی میں پوری تحقیق اور مستند حوالہ جات کے ساتھ اس کا رد بلیغ فرمایا ہے۔ اللہ تعالی حضرت مولانا مفتی محمد خاں قادری اجاب اللہ سعیہٗ کو سعادت دارین عطا فرمائے اور تاحیات مسلک حقہ اہل سنت کی ترویج و تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

حررہ محمد کمال الدین خادم التدریس شعبہ درس نظامی دارالعلم والعمل نقشبندیہ مجددیہ قادریہ دربار عالیہ ڈھانگری شریف خطیب مرکزی جامع مسجد چکسواری

پروفیسر زاہد حسین "مصنف" مقام نبوت" کی بددیانتی پر مبنی تحریرات اور انداز تحریر

استاذ العلماء مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی

یہ شخص اپنی کتاب میں جگہ جگہ بددیانتی سے کام لیتے ہوئے حضور ﷺ پر طعن و تشنیع کرتا ہے۔ مکمل تفصیل اس جواب میں ممکن نہیں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ اس نے قرآن و حدیث اور اقوال آئمہ جو حضور ﷺ کی صفات کمالیہ اور آپ ﷺ کی عظمت پر دال ہیں کو چھپایا ہے۔ بلکہ ان کو غیر معتبر، غیر ثقہ اور اسلامی تعلیمات سے لاتعلق کہتا ہے۔ مثلاً (ص ۳۴) پر لکھتا ہے "نور محمدی ﷺ کا نظریہ بھی نظریہ وحدت الوجود کی طرح اسلام میں اجنبی پودا ہے اور اسلامی تعلیمات یا نظریات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حالانکہ قرآن میں "قد جاء کم من اللہ نور وکتاب" کی تفسیر میں مفسرین نے نور سے مراد حضور ﷺ کی ذات بیان کی ہے، جس کو خود بھی پروفیسر مذکور نے اپنی کتاب کے (ص ۳۱) پر تسلیم کیا ہے بلکہ یہ عنوان قائم کیا ہے اور آپ ﷺ کو بھی نور کہا گیا۔

۲۔ پہلے اور دوسرے طبقے کی کتب حدیث کے علاوہ باقی تمام کتب احادیث جن میں مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر ابن شیبہ، مسند عبد بن حمید، داؤد طیالسی، بیہقی اور طبرانی بھی شامل ہیں۔ ان سمیت تمام ذخیرہ احادیث کے متعلق لکھتا ہے۔ اس طبقہ میں وہ احادیث ہیں جن کو بے دین زبان دانوں نے وضع کیا ہے۔

یہ بددیانتی کی حد ہے کیونکہ مذکورہ بالا کتب کے مصنفین امام بخاری کے استاذ یا استاذ الاستاذ ہیں، بلکہ بعض بلکہ اکثر خیرالقرون سے تعلق رکھتے ہیں ان پر علی الاطلاق یہ حکم کرنا کہ اس طبقہ کی احادیث بے دین اہل زبان لوگوں کی ہیں، اس

سے بخاری اور صحاح ستہ بھی مجروح کر دی ہیں کیونکہ ان کی تمام روایات کا مدار مذکور اساتذہ ہیں۔

۳۔ (ص ۴۲) اگر کوئی ہستی غیب کی خبر بتائے جانے کے بعد بیان کرے تو اس پر غیب کے جاننے کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہ من گھڑت بات بددیانتی پر مبنی ہے' تاکہ حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی ہو سکے۔ حالانکہ آیہ کریمہ "عالم الغیب فلایظھر علی غیبہ احدا الامن ارتضی من رسول" استثناء کے بعد مستثنیٰ منہ کا حکم مستثنیٰ کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ حکم "فلایظھر علی غیبہ' مستثنیٰ منہ سے منفی ہے اور مستثنیٰ کے لئے وہی حکم ثابت کیا گیا ہے یعنی رسول کو غیبہ پر مطلع کیا گیا ہے۔ جب کوئی غیب کی اطلاع سے موصوف ہو گا تو صفت غیب بھی اس کے لئے ثابت ہو گی کیونکہ علم اپنے متعلق کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتا۔

۴۔ آپ ﷺ کی اونٹنی کا گم ہو جانا یہ واقعہ حدیث میں یوں مذکور ہے کہ اونٹنی کے گم ہونے پر منافقین نے حضور ﷺ پر طعن کیا کہ غیب کی خبریں دیتے ہیں جبکہ اپنی اونٹنی کی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟ اس پر حضور ﷺ نے منافقین کو طلب کر کے فرمایا! تم مجھ پر طعن کرتے ہو کہ مجھے اپنی اونٹنی کا علم نہیں' میری اونٹنی فلاں کھائی میں ہے' اس کی نکیل فلاں درخت سے الجھی ہوئی ہے۔ اس واقعہ میں حضور ﷺ کے علم غیب کا اثبات اور پروفیسر مذکور کی منافقین کے ساتھ مطابقت واضح ہوتی ہے۔اس لیے پروفیسر نے اس واقعہ میں اپنی طرف سے غلط تاثر دینے کے لیے تفسیر کبیر اور فتح الباری کا حوالہ دیا، حالانکہ فتح الباری جلد نمبر ۱۳ میں سرے سے یہ واقعہ ہے ہی نہیں۔اور تفسیر کبیر میں صرف اصل واقعہ حدیث کے مطابق مذکور ہے، پروفیسر کی زائد کردہ عبارت نہیں ہے۔

اپنی منافقت کے اخفا اور حضور ﷺ کے علم غیب کی نفی کے لئے یہ بددیانتی کی ہے مگر اس سے پروفیسر کی اپنی منافقت اور حضور ﷺ سے عداوت عیاں ہو گئی ہے۔

۵۔ (ص ۷۶) صحابہ کرام نے تشہد میں صیغہ خطاب بدل دیا' کے تحت لکھتا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت موجود ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نماز کے اندر تشہد میں "السلام علیک ایھا النبی" پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہمارے درمیان موجود تھے لیکن جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو ہم بجائے "ایھا النبی" کے "السلام علی النبی" کہا کرتے' حالانکہ بخاری شریف کے باب الاستیذان میں یہ روایت یوں ہے' "فلما قبض قلنا السلام" "یعنی علی النبی" اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ 'قلنا السلام' ہیں۔ اس کے بعد "یعنی علی النبی" امام بخاری کے الفاظ ہیں۔ اگرچہ دوسری کتب حدیث میں وہ الفاظ ہیں لیکن ان کتب کا نام پروفیسر نے اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ اپنے بقول ان کو غیر معتبر کر چکا ہے۔

حضور ﷺ کے حاضر و ناظر کی نفی کے شوق میں بخاری شریف کی حدیث کو غلط بیان کیا اور اپنے قول کے مطابق ضعیف اور غیر معتبر کتب کا سہارا لیا جن کو اس نے ذکر نہ کیا' حالانکہ عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے تشہد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم ایسے دی جیسے قرآن کی تعلیم دیتے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے بیان میں ہے کہ حضور ﷺ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر مجھے تشہد سکھایا جس میں " السلام علیک ایھا النبی سکھایا۔ یہ تشہد تمام کتب صحاح وغیرہ میں مذکور

ہے تمام امت اور تمام صحابہ و محدثین یہی پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

پروفیسر نے جس روایت بخاری کا حوالہ دیا ہے اس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 'السلام' ذکر کیا جس کا مطلب ہے ہم معہود سلام پڑھتے تھے' نیز خود امام بخاری نے اس روایت کو تشہد کے باب میں ذکر نہیں کیا بلکہ غیر متعلقہ باب میں ذکر کیا' جس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاری اس روایت کو تشہد میں معتبر نہیں مانتے کیونکہ یہ صرف عبداللہ بن مسعود کا اپنا قول ہے اور وہ قابل احتمال ہے نیز حضور ﷺ کی تعلیم کے مقابلہ میں ایک صحابی کا قول معتبر نہیں۔ یہی بات علامہ طیبی نے فرمائی "نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذي علمه الصحابه" یعنی ہم رسول اللہ ﷺ کے لفظ کی بعینہ اتباع کرتے ہیں جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو سکھائے' پھر یہ کہ پروفیسر کی نقل کردہ روایت کا دارومدار صرف ابن حبان پر ہے جبکہ پروفیسر خود ابن حبان کو غیر معتبر کہہ چکا ہے۔ غرضیکہ حضور ﷺ پر طعن کے شوق نے پروفیسر کو کس وادی میں دھکیل دیا ہے۔ یہ اس کی بددیانتی کا شاخسانہ ہے۔

۶- (ص ۸۸) پر لکھتا ہے' آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ اکثر فاقہ کشی کا شکار رہتے' آپ ﷺ کے گھر ایک ایک ماہ تک چولہا نہ جلتا' پیٹ پر دو دو پتھر باندھ رکھے۔

پروفیسر نے اپنی اس عبارت میں حضور ﷺ کے لئے "فاقہ کشی کا شکار رہتے" لکھ کر اور صریح عامیانہ لفظ استعمال کر کے قرآن کے حکم "لاتجهر وله بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم" کا مرتکب ہوا اور اپنے اعمال کو ضائع کر چکا اور ساتھ اس نے اپنی دیانت کا جنازہ بھی نکال دیا۔ کیونکہ تمام کتب صحاح ستہ میں جا بجا صحابہ کرام کا طعام' پانی وغیرہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف رجوع کرنا اور حضور ﷺ کا حاجت کو پورا کرنا مذکور ہے۔ ان تمام واقعات کو نظرانداز بھی کر دیا جائے تو بھی صحاح ستہ میں حضور ﷺ کا ارشاد موجود ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا۔

"عرض علی ربی لیجعل لی بطحاء مکة ذهبا قلت لا یا رب ولکن اشبع یوما واجوع یوما اوقال ثلاثا او نحو هذا؟ فاذا جعت تضرعت الیک وذکرتک فاذا شبعت شکرتک وحمدتک"

(یہ ترمذی شریف کے الفاظ ہیں)

یعنی اللہ تعالیٰ نے پیشکش فرمائی کہ بطحاء وادی کو آپ ﷺ کے لئے سونا بنا دے تو میں (ﷺ) نے عرض کی اے میرے رب! نہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں ایک دن سیر ہو جاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں' جب بھوک ہو تو تیرے دربار میں عاجزی کروں اور تجھے یاد کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیرا شکر و حمد بجا لاؤں۔

اس حدیث میں خود حضور ﷺ کا بیان ہے کہ میں نے فقر کو خود پسند کیا تو جب آپ ﷺ خود فرما رہے ہیں کہ یہ فقر میرے اپنے اختیار و پسند میں ہے تو اس کے باوجود حضور ﷺ کی طرف بے اختیار اور آہ و زاری و بے بسی کی نسبت کرنا گستاخی' بے ادبی کے علاوہ بددیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت (ص ۵۵) کے واقعہ کو حضور ﷺ کی لاعلمی قرار دینا بھی پروفیسر مذکور کی بددیانتی ہے کیونکہ تمام کتب میں جہاں یہ واقعہ افک مذکور ہے وہاں عدالتی کارروائی شروع ہونے سے قبل نبی پاک ﷺ کا خطبہ مذکور ہے جس میں آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمایا

من یعزرنی عن رجل بلغنی اذاه فی اهلی فو اللّٰه ماعلمت علی اهلی الا خیرا قلذکر وارجل ماعلمت علیه اللّٰه خیرا

جس نے میری اہلیہ کے متعلق مجھے اذیت پہنچائی ہے کون مجھے مطمئن کرے گا؟ خدا کی قسم! مجھے اپنی اہلیہ کی پاکیزگی کا علم ہی ہے اور جس شخص کو ملوث ذکر کرتے ہیں مجھے اس کی بھی پاکیزگی کا علم ہی ہے۔

پروفیسر مذکور نے حضور ﷺ کے اس اعلان مبنی پر علم کو نظر انداز کر کے بعد کی عدالتی کاروائی کو حضور ﷺ کی لاعلمی پر دلیل بناتا ہے جو صریح بددیانتی ہے۔

اقتباسات کا مجموعی تاثر

۱۔ کتنا واضح' سادہ اور حقیقت پر مبنی جواب ہے۔ اللہ تعالی کے کسی بھی نبی نے یہ نہیں کہا کہ میں تمہاری طرح کا بشر نہیں ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ ہماری طرح کے بشر ہی تو ہیں۔ مطلب بڑا واضح ہے کہ یہاں تخلیقی پہلو اور بشری صفات مراد ہیں ورنہ شکل و صورت اور علم و عمل میں دنیا کے کوئی بھی دو انسان ایک جیسے نہیں ہیں۔ ہر انسان دوسرے سے ہر لحاظ سے مختلف ہے لیکن تعلق ایک ہی نسل سے ہے۔ اور وہ ہے نسل انسانی۔ جس سے کوئی بھی انسان (بڑا یا چھوٹا) انکار نہیں کر سکتا۔ کفار نے کہا کہ یہ شخص تم جیسے بشر کے سوا اور کیا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے جواباً یہ نہیں فرمایا کہ میں تم جیسا بشر نہیں ہوں۔ (ص ۱۸) میں بھی تمہاری طرح کا ایک بشر' ہوں بھول جاتا ہوں' میں جب تمہیں کوئی دینی حکم دوں تو اسے قبول کرو اور جب اپنی عقل سے کوئی بات بتاؤں تو سمجھ لو کہ میں بھی ایک بشر ہوں (ص ۲۱) کوئی بشر اللہ سے نہ آمنے سامنے ہمکلام ہو سکتا ہے اور نہ کوئی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں بشر سے خود رسول ﷺ مراد ہیں۔ (ص ۲۳) ایک بار ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ اے محمد! ﷺ اے ہمارے سردار اور سردار کے لڑکے۔ اے ہم سب سے بہتر اور بہتر کے بیٹے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا' لوگو اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو۔ تمہیں شیطان ادھر ادھر نہ کر دے۔ میں محمد ابن عبداللہ ہوں۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو (ص ۲۴-۲۵) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں مرے گا' یہ کل کی خبر کا نہ جاننا اور وہ بھی اپنے متعلق کتنی بڑی سچائی ہے۔ اے نبی! آپ ﷺ کہہ دیں کہ نہ تو میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ قیامت کی خبر سوائے اللہ تعالی کے کسی کو نہیں۔ یہ خبر نہ جاننا کیا ہے؟ علم غیب ہے یا نفی علم

غیب ہے' آپ ﷺ کے ارد گرد جو منافق ہیں انہیں آپ ﷺ نہیں جانتے صرف اللہ جانتا ہے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ (ص ۴۳) ایک واقعہ جو زمانہ ماضی میں رونما ہو چکا ہے۔ بے شمار اقوام جو دنیا میں آئیں اور صفحہ ہستی سے مٹ گئیں انہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ (ص ۴۴) اے نبی! آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ یہ نہ جاننا کیا ہے لیکن ایک وقت تھا کہ آپ ﷺ ان باتوں سے واقف نہ تھے۔ اے نبی ﷺ! کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا کہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے اور میرے ساتھ کیا؟ اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے علم غیب یا نفی علم غیب؟ اے نبی! آپ ﷺ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے! آپ ﷺ کیا جانیں کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ آپ ﷺ کیا جانیں الطارق کیا ہے اور آپ ﷺ کیا جانیں کہ وہ جزا کا دین کیا ہے اور آپ ﷺ کیا جانیں کہ حطمہ کیا ہے اور آپ ﷺ کیا جانیں کہ وہ کیا ہے؟ انصاف کیجئے کہ اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے۔ (ص ۴۵)

مشرکوں نے آپ ﷺ سے اصحاب کہف کے بارے میں پوچھا آپ ﷺ نے وعدہ کیا کہ کل بتاؤں گا اس بھروسے پر کہ جبرائیل علیہ السلام آئیں گے تو دریافت کر لوں گا۔ جبرائیل علیہ السلام پندرہ دن تک نہ آئے' آپ ﷺ نہایت پریشان ہو گئے' مشرکین نے مذاق اڑانا شروع کر دیا' آخر جبرائیل علیہ السلام سورہ کہف لے کر نازل ہوئے حتی کہ یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا۔ یہاں اللہ سبحانہ و تعالی کے سوا ہر ہستی کے لئے علم غیب کی نفی آئی ہے۔ (ص ۴۷-۴۶)
سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے یا وہ خود کل کیا کر لے گا' یا کل اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آنے والا ہے۔ اس سے آپ کیا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں؟ یہاں علم غیب کا اثبات ہے یا نفی ہے۔ (ص ۴۸) بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو اس عنوان کے تحت بے شمار واقعات ہیں ان میں سے کچھ ملاحظہ ہوں۔ لیلۃ القدر کی خبر بھلا دی گئی یا آپ ﷺ بھول گئے اور پھر لوگوں کو نہ بتایا۔ نماز میں بھولنے کے واقعات۔ آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑے

حالانکہ آپ ﷺ جنبی تھے آپ ﷺ واپس گئے اور غسل کیا پھر آپ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنبی تھا اور نہانا بھول گیا۔ ظہر میں بجائے چار کے پانچ رکعتیں پڑھا دیں کتب۔ احادیث ان روایات سے بھری پڑی ہیں۔ صرف بخاری میں سات روایات موجود ہیں (ص ۴۹) قرآن کی ایک آیت بھول گئے، صحیح بخاری میں پانچ روایات موجود ہیں (ص ۵۰) قارئین کرام حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق تیں حوالہ جات آپ نے ملاحظہ کئے کہ جس طرح ہر چھوٹی اور بڑی خبر جو آپ ﷺ کو بتائی جانی مقصود تھی وہ آپ ﷺ کو بتائی گئی۔ بے شمار اشیاء آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں۔ حالت نماز میں جوتی اتار دی گئی کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خبر دی کہ گندگی لگی ہوئی ہے۔ ان معاملات پر غور کریں اور سوچیں کہ آپ ﷺ کس طرح عالم غیب ہوئے (ص ۵۲-۵۱) آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ کیا اس میں کوئی شک ہے کہ اس آدمی کے متعلق آپ ﷺ نہیں جانتے تھے اور یہ نہ جاننا کیا ہے؟ آپ ﷺ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ پہچان سکے، ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہوئے۔ سوال و جواب کے بعد وہ غائب ہوئے تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ جبرائیل تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا جب بھی جبرائیل آئے میں نے انہیں پہچان لیا سوائے آج کے۔ دوسری روایت میں ہے کہ اعرابی کی صورت میں جبرائیل کو نہیں پہچان سکا، آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن کو نہ پہچان سکے (ص ۵۳) بخاری اور مسلم کی آٹھ مستند روایات موجود ہیں جس سے ثابت ہو رہا ہے کہ ایک تو آپ ﷺ کو اس مرنے والی عورت کی موت کی خبر نہ ہوئی اور دوسرا آپ ﷺ کو اس کی قبر کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے ذرا غور کریں علم غیب یا نفی علم غیب؟ (ص ۵۴) آپ ﷺ نے زہر آلود گوشت کھا لیا کیا آپ ﷺ نے جان بوجھ کر زہر کھایا تھا اس واقعہ سے کیا ثابت ہو رہا ہے علم غیب یا عدم علم غیب (ص ۵۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا پر تہمت، قارئین کرام، تہمت کا یہ دور نبی اکرم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے بہت ہی مشکل دور تھا۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ عالم غیب صرف اللہ تعالی سبحانہ و تعالی ہے۔ (ص ۵۶-۵۵)

حضرت جابر قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ جب ان سے کہا گیا کہ آپ کس طرح قسم کھا کر کہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے حضرت عمر کو نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں سنا کہ وہ قسم کھا کر کہتے تھے کہ ابن صیاد دجال ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس سے انکار نہیں فرمایا۔ (ص ۵۷) قارئین محترم! ابن صیاد کے متعلق آپ ﷺ کو جو شک تھا اس نے تمام صحابہ کرام کو اس کی موت تک پریشان رکھا، جس کی کچھ جھلکیاں آپ دیکھ چکے۔ لیکن بالآخر وہ مسلمان ہو کر مدینے ہی میں فوت ہوا، اس پر نماز جنازہ سے قبل اس کا چہرہ لوگوں کو دکھایا گیا اور کہا گیا کہ لوگو گواہ رہنا آج اسے فوت ہوئے ۱۴۰۰ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ جبکہ دجال کا ظہور ابھی باقی ہے۔ یہ واقعات کیا ظاہر کر رہے ہیں علم غیب کہ کچھ اور؟ اور آگے چلئے (ص ۵۸)

نوٹ:۔ اس ظالم نے جابر بن عبداللہ اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما اور حضور ﷺ کو کس ظالمانہ انداز سے جھوٹا قرار دیا ہے، حالانکہ امت میں کئی دجالوں کا آنا صحیح احادیث سے ثابت ہے، جن میں سے ابن صیاد بھی ایک تھا۔ پھر مدینہ منورہ میں اس کا مرنا جنازہ اور منہ دکھانا اور اعلان کرنا کسی صحیح حدیث میں مذکور نہیں۔ ایک غلط بات کی بنیاد پر حضور ﷺ اور صحابہ کرام کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے مذاق بھی کرتا ہے۔

اگر مجھے پہلے اس بات کا علم ہوتا۔ (حجتہ الوداع کا واقعہ بیان کر کے آپ ﷺ کی لاعلمی ظاہر کرتا ہے اور لکھتا ہے۔) بخاری کی پانچ روایات ہیں باقی کا حساب نہیں (پھر لکھتا ہے) قارئین کرام اس سے کیا ثابت ہو رہا ہے علم غیب یا اس کی

نفی اگر مجھے پہلے پتہ ہوتا۔ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا۔ (کے عنوان کے تحت واقعات بیان کرتا ہے۔) (ص ۵۹) ابو جہل کی خبر کون لائے گا۔ بنی قریظہ کی خبر کون لائے گا؟ میرے پاس دشمن کی خبر کون لائے گا۔ صلح حدیبیہ کی طرف ایک جاسوس روانہ کیا' غزوہ حنین سے قبل ہوازن کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے ایک صحابی کو بھیجا' اگر حاضر و ناظر یا عالم غیب ہوتے تو ان باتوں کی نوبت کیوں آتی؟ (ص ۶۰) ہجرت کے وقت دو آدمیوں کو اجرت پر رکھا اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اس راستے سے واقف نہ تھے۔ یہ عدم واقفیت کیا ہے؟ (ص ۶۱-۶۰) ایک صحابی کو جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ سچے تھے۔ قارئین کرام! انصاف کیجئے' حضرت زید ابن ارقم ایک کم عمر اور معصوم صحابی تھے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنے معصوم بندے کی حالت پر رحم آیا اور عرش بریں سے ان کی تصدیق کر دی۔ کیا نزول وحی سے قبل آپ ﷺ حضرت زید کو جھوٹا نہیں سمجھ چکے تھے؟ کیونکہ عبداللہ بن ابی نے قسم اور گواہوں کے ذریعے آپ ﷺ کو یقین دلایا تھا کہ اس نے کوئی ایسی بات نہیں کی (ص ۶۲)

ایک اور صحابی کو بھی جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ بھی سچے تھے' حضرت قتادہ سے ایک واقعہ یوں بیان ہوا (ص ۶۲-۶۲) آپ ﷺ نے ایک بے گناہ شخص کو زنا کے الزام میں سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔ قارئین کرام! اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اگر اصل مجرم اقرار جرم کرتا تو بے گناہ شخص کو رجم کر دیا جاتا۔ ص ۶۳-۶۴ آپ نہیں جانتے۔ انک لاتدری (اس عنوان کے تحت واقعات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے) صرف صحیح بخاری میں پندرہ روایات موجود ہیں۔ صحاح ستہ کی جملہ روایات کو اکٹھا کیا جائے تو تعداد ۱۰۰ سو کے قریب بنتی ہے۔ انصاف کیجئے کہ ان سے کیا ثابت ہو رہا ہے علم غیب یا آپ ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا اور آگے چلئے میں نہیں جانتا کہ وہ کیا چیز تھی؟ مجھے سدرۃ المنتہی پر پہنچایا گیا جس طرح کے رنگ چھائے ہوئے تھے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا تھے' حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ آپ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ خاموش رہے ایک اور شخص نے

سوال کیا تو آپ ﷺ نے کہا لاادری میں نہیں جانتا (ص' ۶۵-۶۴) آپ ﷺ نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا لیکن جب آپ ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ سوسمار کا گوشت ہے تو آپ ﷺ نے ہاتھ کھینچ لیا اور گوشت نہ کھایا۔ اس کا مطلب بڑا واضح ہے کہ آپ ﷺ کو بتانے سے معلوم ہوا کہ کس جانور کا گوشت ہے اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ (ص ۶۶) نمک کی کان دیکر واپس لے لی۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ کو کان کی صحیح صورت حال کا علم نہ تھا اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ (ص ۶۷) آپ ﷺ کی اونٹنی کا گم ہو جانا' آپ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی تلاش بسیار کے باوجود نہ ملی تو ایک منافق نے کہا محمد ﷺ دعوی کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمان کی خبریں آتی ہیں لیکن اپنی اونٹنی کے متعلق نہیں جانتے۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلایا اور سب کے سامنے فرمایا اللہ کی قسم! بے شک میں نہیں جانتا مگر وہی چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی طرف میری راہنمائی کر دی ہے اور اس کھائی میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں الجھی ہوئی ہے۔ (ص ۶۷)

قارئین کرام آپ لوگوں نے اس ظالم کی عبارات ملاحظہ کیں کیا کوئی ادنی سا شعور و ادب رکھنے والا امتی اپنے آقا ﷺ اور اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے بارے میں ایسی زبان استعمال کر سکتا ہے۔ چن چن کر عیوب و نقائص جمع کرنا کسی امتی کا وطیرہ نہیں بلکہ یہ تو ایسے شخص کی زبان لگتی ہے جسے دوسرے سے عداوت و نفاق ہو یہ آدمی جاہل ہے۔ اسے کیا معلوم ان روایات کے تحت محدثین نے آپ ﷺ کے ہر قول و فعل کی کس قدر حکمتیں بیان فرمائی ہیں مثلا اس نے بار بار کہا آپ بھول گئے آپ پر نسیان طاری ہو گیا۔ اگر اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان ہوتا تو ہرگز ایسی بات نہ کہتا۔

سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ — ہم تمہیں ایسا پڑھا دیں گے کہ کبھی بھولو گے ہی نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے چاہنے سے۔

یعنی اللہ تعالیٰ ہی آپ ﷺ پر نسیان طاری فرمائے گا تاکہ امت کے لئے تعلیم و تربیت کا سامان ہو مثلاً نماز میں آپ ﷺ نے نسیان کے حوالے سے فرمایا تھا۔ میں بھولا نہیں بلکہ بھلایا گیا ہوں تاکہ امت کو نماز میں اصلاح کا طریقہ نصیب ہو جائے۔ (الموطا)

الغرض اسی طرح آپ ﷺ کے ہر قول و فعل میں ایسی حکمتیں مخفی ہیں جو صرف ادب و احترام کرنے والوں پر ہی کھلتیں ہیں بے ادب لوگو کا یہ نصیب کہاں؟

اَلَّذِینَ آمَنُوا بِه وَعَزَّرُوہُ وَنَصَرُوہُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِی أُنزِلَ مَعَہٗ أُولٰئِکَ ھُمُ المُفلِحُونَ

قرآن اور احترام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر مسلمان اس بات سے آگاہ ہے کہ بارگاہ ایزدی اور بارگاہ رسالت ماب ﷺ کا ادب و احترام ایمان کا تقاضا ہے اور ان مقدس بارگاہوں میں ادنی سے ادنی درجہ کی بے ادبی اور گستاخی کفر کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ رب العزت اور اس کے حبیب ﷺ نے کتاب و سنت میں متعدد مقامات میں اس پر تصریح فرمائی ہے تاکہ ہر مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کرنے میں کوتاہی نہ برتے۔ یہاں ہم قرآن مجید کے چند مقامات قارئین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جنہیں پڑھ کر وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ "اس پروفیسر" کی عبارات کتنی گستاخانہ ہیں۔

ا۔ امت پر آپ ﷺ کے حقوق بیان کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا!

فالذین امنوا به وعزروه ونصروه واتبعوا النور الذی انزل معه اولٰئک هم المفلحون (اعراف، ۱۵۷)

وہ لوگ جو آپ ﷺ پر ایمان لائے، آپ ﷺ کا ادب و احترام کیا، آپ ﷺ کے مشن کے معاون بنے اور اس نور شریعت کی اتباع کی جو آپ ﷺ ساتھ لائے، وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس میں تین دیگر اہم حقوق کے علاوہ ادب و احترام کو بھی آپ ﷺ کا چوتھا اہم اور ضروری حق قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ باقی معاملات تو کجا اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اونچی آواز

کرنے والے کے تمام اعمال ضائع ہونے کے بارے میں اہل ایمان کو اطلاع دیتے ہوئے فرمایا!

یایها الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون

(الحجرات'۲)

اے اہل ایمان! اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو' اور نہ ہی اس اونچے انداز سے آپ ﷺ سے گفتگو کرو جیسا کہ تم آپس میں کرتے ہو' ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو گی۔

غور کیجئے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اونچی آواز بولنے کی یہ سزا ہے تو ایسے گندے الفاظ استعمال کرنے والے کا کیا حال ہو گا؟

۳۔ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب ﷺ کے آداب بیان کرتے ہوئے اہل ایمان کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ تم پر لازم و فرض ہے کہ کوئی ایسا لفظ آپ ﷺ کے بارے میں استعمال نہ کرو جس میں کسی طرح کی بھی توہین' بے ادبی اور گستاخی کی بو اور شائبہ ہو۔

ارشاد فرمایا!

یایهاالذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم

(البقرہ'۱۰۴)

اے اہل ایمان! آپ ﷺ سے گفتگو کرتے وقت "راعنا" نہ کہو جب کہ "انظرنا" کہو اور آپ ﷺ کی گفتگو کو اچھی طرح متوجہ ہو کر سنا کرو اور کفر کرنے والوں کے لئے درد ناک عذاب ہے۔

یہاں ہم غیر مقلد علامہ محمد علی شوکانی کی اس آیت کریمہ کے تحت گفتگو سے ایک اقتباس نقل کر رہے ہیں جو نہایت قابل توجہ ہے۔

وفی ذلک دلیل علی انه ینبغی تجنب الالفاظ المحتملة للسب والنقص وان لم یقصدالمتکلم بها ذلک المعنی المفید للشتم سدا للذریعة دفعا للوسیلة وقطعا لمادة المفسدة والتطرق الیه

(فتح القدیر'۱-۱۲۴)

یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ان تمام کلمات سے اجتناب ضروری ہے جن میں سب و شتم کا احتمال و شائبہ ہو۔ اگرچہ متکلم کا مقصد مذکورہ معنی نہ ہو تاکہ بے ادبی کا دروازہ بند رہے اور اس کی وجہ سے فتنہ و فساد نہ پھیل سکے۔

مذکورہ عبارات سے تین باتیں نہایت ہی آشکار و واضح ہیں۔

۱۔ اس آیت کریمہ نے یہ اصول دے دیا ہے کہ آپ ﷺ کے بارے میں ہر وہ کلمہ و لفظ بولنا حرام اور بے ادبی ہے جس میں آپ ﷺ کی بے ادبی کا محض احتمال ہو۔

۲۔ ایسے کلمات کہنے والے کی نیت اگرچہ بے ادبی و توہین نہ بھی ہو پھر بھی ان سے احتراز ضروری ہے کیونکہ یہ فتنہ اور فساد کا سبب بنیں گے۔

اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں علماء امت نے یہ اصول وضع کیا ہے کہ ہر وہ معاملہ جس سے ذہن کسی بھی نبی کے بارے میں حقارت کی طرف جائے تو اسے ہرگز عوام کے سامنے بیان نہ کیا جائے کیونکہ بعض اوقات ایک چیز کسی دور میں قابل احترام و عزت ہوتی ہے مگر دوسرے دور میں وہ قابل عزت نہیں رہ جاتی مثلا رسالت مآب ﷺ بلکہ اللہ کے ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مابعث اللّٰہ نبیا الا رعی الغنم فقال اصحابہ وانت فقال نعم کنت ارعاھا علی قرا ریط لاھل مکہ (البخاری)

اللہ تعالی کے ہر نبی نے بکریاں چرائیں صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ! ﷺ آپ ﷺ نے بھی؟ فرمایا ہاں میں نے بھی مقام قراریط پر بکریاں چرائی ہیں۔

مگر تمام اہل علم اس پر متفق ہیں کہ اگر کسی دور میں بکریاں چرانا عیب و حقیر سمجھا جانے لگے جیسا کہ ہمارے دور میں ہے تو پھر عوام کے سامنے مجالس میں کسی نبی کے بارے میں یہ بیان نہ کیا جائے کہ انہوں نے بکریاں چرائی ہیں۔ امت کے مسلمہ امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

رعی الغنم لم یکن صفۃ نقص فی الزمن الا ول لکن حدث العرف بخلافہ ولا یستنکر ذلک فرب حرفۃ ھی نقص زمان دون زمان وفی بلددون بلد

دور اول میں بکریاں چرانا نقص و عیب نہ تھا لیکن اب عرف میں اسے اچھا اور بہتر تصور نہیں کیا جاتا۔ بہت سے کام ایک دور اور ایک شہر میں معزز ہوتے ہیں مگر دوسرے دور اور شہر میں اچھے تصور نہیں کئے جاتے۔

(تنزیہ الانبیاء عن تسفیھۃ الاغبیا؛ ۲=۲۴۱)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر کی خدمت میں سوال آیا کہ بعض واعظین مجالس میلاد میں بیان کرتے ہیں کہ دائیوں نے عدم مال کی وجہ سے آپ ﷺ کو حاصل نہ کیا اور آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں۔ کیا عوام کے سامنے ایسا کہنا جائز ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔

ینبغی لمن یکون فطنا ان یحذف من الخبر مایوھم فی المخبر عنہ نقصا ولا یضرہ ذلک بل یجب

ہر صاحب فہم و شعور کو چاہئے کہ وہ کسی بھی واقعہ کو بیان کرتے وقت ہر اس چیز کو حذف کردے جس میں آپ

ﷺ کے بارے میں حقارت و نقص کا شبہ پیدا ہونے کا خدشہ ہو، ایسا کرنا نقصان دہ ہی نہیں بلکہ واجب ہے۔

شیخ ابن ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت اقدس میں ایک سوال آیا کہ ایک آدمی نے دوسرے کو بطور طعن فقیر کہا تو اس نے جواباً کہا۔

تعیرنی بالفقر وقدر عی النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم الغنم

تو نے مجھے فقر کا طعنہ دیا ہے حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

قدعرض بذکر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی غیر موضعہ اری ان یودب

(تنزیہ الانبیاء، ۲۳۵)

اس شخص نے حضور ﷺ کا ذکر مناسب جگہ اور مناسب طریقہ پر نہیں کیا۔ لہذا اس پر یہ تعزیر نافذ کی جائے۔

حضرت قاضی عیاض رقم طراز ہیں۔

وکذلک اقول حکم من غمصہ وعیرہ برعایتہ الغنم (الشفاء بتعریف حقوق المصطفی)

اس طرح اس شخص کو سزا دی جائے گی جو آپ ﷺ پر بکریاں چرانے والا کہہ کر طعن کرے۔

آپ ﷺ صاحب فقر اختیاری ہیں اس طرح آپ ﷺ کی دعا ہے۔ "اے اللہ! مجھے مسکینوں میں زندہ رکھ مگر کسی شخص کو عوام کے سامنے آپ ﷺ کو فقیرو مسکین کہنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

امام زرکشی اور امام سبکی دونوں نے تصریح کی ہے۔

انه لایجوزان یقال له صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم فقیر اومسکین

حضور ﷺ کے بارے میں مسکین و فقیر کہنا جائز نہیں۔

(نسیم الریاض ۴-۲۳۶)

مولانا امین احسن اصلاحی اس آیت مبارکہ "لاتقولوا راعنا" کے تحت " الفاظ سے متعلق ایک نفسیاتی حقیقت " کے تحت لکھتے ہیں۔

"الفاظ کے متعلق یہ نفسیاتی حقیقت ملحوظ رہنی چاہئے کہ اگر ان کے اندر کوئی روح فساد موجود ہو یا سوء استعمال سے پیدا کر دی گئی ہو تو پھر سلامتی ان سے دور رہنے ہی میں ہے ورنہ ان کا زہر غیر شعوری طور پر ان کے بولنے والوں اور سننے والوں کے اندر بھی سرایت کر کے رہتا ہے۔ مسلمانوں کو اس چھوت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لفظ "راعنا" کے استعمال کی ممانعت فرمادی۔"

(تدبر قرآن، ۲۵۱)

جب ہر جگہ غلط الفاظ کا زہر سرایت کر کے ذہن کو برباد کر دیتا ہے تو پھر حضور ﷺ کے بارے میں حد درجہ احتیاط ضروری ہے۔ اگر بار بار اس گستاخ کی عبارات لکھی اور پڑھی جائیں تو اس سے ذہنوں پر جو غلط تاثرات مترتب ہوں گے وہ کسی صاحب شعور و فہم سے مخفی نہیں۔ خصوصا جب کہ ان عبارات کو بطور عقائد بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ اگر امتی سورۃ البلد کی آیات کو ہی سامنے رکھ لے تو معاملہ حل ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

لااقسم بهذا البلد وانت حل بهذا البلد

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، اے حبیب ﷺ آپ ﷺ اس میں رہتے ہیں۔

(البلد۱-۲)

جب اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کا خالق و مالک ہو کر آپ ﷺ کی خاک پا کی قسم یاد فرما رہا ہے تو امتی کو آپ ﷺ کے ادب و احترام کا کتنا خیال رکھنا چاہئے۔ یہی بات حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمائی کہ بظاہر یہ معاملہ نہایت ہی سخت و عجیب ہے کہ اللہ رب العزت آپ ﷺ کی خاک پا کی قسم اٹھائے لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو معاملہ بڑا واضح ہے۔

وتحقیق این سخن آنست که سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلاله بچیزے که غیر ذات و صفات بود برائے اظهار شرف و فضیلت وتمیز آن چیز نزدمردم و نسب بایشان تابدانند که آن امر عظیم و شریف است نه آنکه اعظم باری تعالی۔

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی بات کی قسم کھانا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ شے اللہ تعالیٰ سے بڑی اور عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس شے کی فضیلت و عظمت کو واضح کیا جائے تاکہ لوگوں کو علم ہو کہ اس شے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدرومنزلت ہے۔

(مدارج النبوۃ ۱-۶۵۱)

اب اگر کوئی آپ ﷺ کی شان اقدس میں جو چاہتا ہے کہتا ہے اور نشاندہی کرنے پر باز بھی نہیں آتا، ڈٹ جاتا ہے بلکہ ایسا کرنے والوں کا دفاع کرتا ہے تو خود سوچئے اس کا کیا حال ہوگا؟۔

امتی کا فرض

ان ارشادات ربانی کے بعد ہر امتی کا فرض ہے کہ وہ ہرگز نہ تو خود ایسی بری راہ پر چلے اور نہ ہی ایسی راہ اختیار کرنے والوں کے ساتھ دے اور نہ

اس کا دفاع کرے۔ قرآن نے کئی مقامات پر اس بات کو بھی واضح فرما دیا ہے کہ ہم ایسی بری راہ اختیار کرنے والوں کا ساتھ دینے اور ان کا دفاع کرنے والوں کو بھی انہی میں شمار کر کے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ ایک مقام پر فرمایا۔

یاایھاالذین امنوا لاتتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون	اے ایمان والو! ان والدین اور بھائیوں سے محبت نہ کرو جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔ تم میں سے جو ایسوں کے ساتھ دوستی لگائے گا وہ ظالم ہو گا۔

(التوبہ، ۲۳)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ولاترکنوالی الذین ظلموا فتمسکم النار (ھود، ۱۱۳)	ظالم کی طرف میلان نہ رکھو، ورنہ تمہیں آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

تو امتی کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی اسے متوجہ کرے کہ تیری فلاں عبارت اور گفتگو میں اللہ رب العزت یا اس کے حبیب ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے تو اسے فی الفور بدل ڈالے بلکہ کہنے والے کا شکریہ ادا کرے کہ تو نے میرے ایمان کی حفاظت کی ہے اور کہے کہ آپ اس کے متبادل الفاظ بتائیں، میں ابھی بدل دیتا ہوں۔ کیونکہ معاملہ کسی کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ کا ہے، جن کے سامنے تواضع ہی ایمان ہے اور ذرا سا تکبر کفر ہے۔ اور اگر کسی شخص کے اندر یہ جذبہ نہیں تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے، کیونکہ اس کا معنی یہ ہو گا کہ اس کے الفاظ کی عزت، اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی عزت سے (نعوذ باللہ) بڑھ کر ہے۔

کچھ گستاخانہ کلمات کا تذکرہ

اس کا دفاع کرے۔ قرآن نے کئی مقامات پر اس بات کو بھی واضح فرمادیا ہے کہ ہم ایسی بری روش اختیار کرنے والوں کا ساتھ دینے اور ان کا دفاع کرنے والوں کو بھی انہی میں شمار کر کے دوزخ میں ڈال دیں گے۔ ایک مقام پر فرمایا۔

یایھا الذین امنوا لاتتخذوا اباء کم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان ومن یتولھم منکم فاولئک ھم الظالمون	اے ایمان والو! اپنے والدین اور بھائیوں سے محبت نہ کرو جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں۔ تم میں سے جو ایسوں کے ساتھ دوستی لگائے گا وہ ظالم ہو گا۔

(التوبہ ۲۳)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار [illegible]

تو امتی کا یہ فرض ہے کہ اگر کوئی اسے متوجہ کرے کہ تیری فلاں عبارت اور گفتگو میں اللہ رب العزت یا اس کے حبیب ﷺ کی توہین و بے ادبی ہے تو اسے فی الفور بدل ڈالے بلکہ کہنے والے کا شکریہ ادا کرے کہ تو نے میرے ایمان کی حفاظت کی ہے اور کہے کہ آپ اس کے متبادل الفاظ بتائیں' میں ابھی بدل دیتا ہوں۔ کیونکہ معاملہ کسی کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ اور اس کے حبیب ﷺ کی بارگاہ کا ہے' جس کے سامنے تواضع ہی ایمان ہے اور ذرا سا تکبر کفر ہے۔ اور اگر کسی شخص کے اندر یہ جذبہ نہیں تو وہ اپنے ایمان کی خیر منائے' کیونکہ اس کا معنی یہ ہو گا کہ اس کے الفاظ کی عزت' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عزت سے (نعوذ باللہ) بڑھ کر ہے۔

یہاں ہم کچھ ایسے کلمات کا تذکرہ بھی کئے دیتے ہیں جنہیں آئمہ امت نے کفر اور گستاخی قرار دیا اور ایسا کہنے والے کو قتل کا حکم صادر فرمایا۔

ا۔ چادر انور میلی ہے۔

امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا جس آدمی نے بطور عیب و حقارت یہ کہا۔

ان رداء النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وسخ قتل	حضور ﷺ کی چادر میلی ہے اسے قتل کر دیا جائے گا۔

(الشفاء ۲=۹۳۷)

۲۔ فلاں آپ ﷺ سے بڑا عالم ہے

قاضی عیاض نے کہا کہ جس نے آپ ﷺ کی طرف کسی عیب کی نسبت کی اسے قتل کیا جائے گا' امام خفاجی شرح میں عیب کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فان من قال فلان اعلم منه صلی اللہ علیه و آله وسلم فقد عابه ونقصه	جس نے یہ کہا فلاں شخص آپ ﷺ سے زیادہ علم والا ہے اس نے آپ ﷺ کی طرف عیب و نقص کی نسبت کی۔

(نیسم الریاض' ۴=۳۳۵)

آگے چل کر پھر کہتے ہیں کہ یہ بھی عیب و نقص ہی ہے۔

کقوله غیره اعلم منه اواعقل	کوئی یہ کہہ دے فلاں آپ ﷺ سے زیادہ علم والا یا عقل والا ہے۔

(نسیم الریاض' ۴=۳۴۰)

۳۔ حمال اور یتیم کہنا

اس میں کوئی شبہ نہیں آپ ﷺ اپنا سامان خود اٹھاتے اور آپ ﷺ کے والد ماجد کا سایہ بھی بچپن ہی میں اٹھ گیا تھا لیکن اس کے باوجود بطور حقارت حمال

(بوجھ اٹھانے والا) اور یتیم کہنا بے ادبی ہے۔امام ابوالحسن قابسی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ دیا تھا۔

من قال فی النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم الحمال یتیم ابی طالب یقتل

جس نے حضور ﷺ کو سامان اٹھانے والا یا یتیم کہا اسے قتل کیا جائے گا۔

(الشفاء ۲=۹۳)

۴۔ فقیر و مسکین کہنا

آپ ﷺ کو فقیر و مسکین کہنا اور سمجھنا سراسر بے ادبی اور کفر ہے۔

امام سبکی اور امام زرکشی دونوں لکھتے ہیں۔

لایجوز ان یقال لہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فقیراومسکین وھواغنی الناس باللّٰہ لاسیما بعد قولہ تعالی ووجدک عائلا فاغنی

(نسیم الریاض ۴=۳۳۶)

آپ ﷺ کو فقیر یا مسکین کہنا ہرگز جائز نہیں،آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تمام لوگوں سے غنی ہیں خصوصًا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کے بعد کہ اس نے آپ ﷺ کو محتاج پایا تو غنی کر دیا۔

۵۔ بال شریف کی بے ادبی

آپ ﷺ کی ذات اقدس کا مقام تو بہت بلند ہے اگر کسی نے آپ ﷺ کے بال شریف کی توہین کی تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ملا علی قاری علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

لو قال لشعر النبی صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم شعیر فقد کفر

اگر کسی نے آپ ﷺ کے مبارک بالوں کو اچھا نہ مانتے ہوئے انہیں حقیر جانا تو وہ کافر ہو جائے گا۔

آگے امام ابو حنفی کبیر کے الفاظ نقل کرتے ہیں کہ مبارک بالوں کو صرف چھوٹا کہنا ہی بے ادبی نہیں بلکہ۔

من عاب النبی بشعرہ من شعراتہ الکریمۃ فقد کفر

(الشفاء ۲=۳۸۶)

آپ ﷺ کے مبارک بالوں کی کس طرح بھی توہین کی اور انہیں معیوب جانا تو وہ کافر ہے۔

۶۔ حضور ﷺ بھی نہ جانتے تھے

اگر کوئی شخص یہ کہے اگر میں نہیں جانتا تو کیا ہوا حضور ﷺ بھی تو نہ جانتے تھے تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا قاضی عیاض لکھتے ہیں امام عبداللہ بن عتاب مالکی کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس نے دوسرے سے کہا تھا۔

ان سئالت اوجھلت فقد جھل وسأل النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

(الشفاء ۲=۹۴۰)

اگر میں نے سوال کیا یا میں نہیں جانتا تو رسول اللہ ﷺ نے بھی سوال کیا اور وہ نہیں جانتے تھے۔

تو انہوں نے اس کے قتل کا فتویٰ جاری فرمایا۔

یعنی آپ ﷺ کے علم مبارک پر اعتراض کرنے سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا

۷۔ نعمت عظمی نہ ماننا

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی عظیم نعمت ماننا ضروری

ہے اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو عام حیثیت دیتا ہے تو وہ بھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔
امام ابن نجیم حنفی لکھتے ہیں۔

یکفر بقوله ماکان علینا نعمة من النبی صلی اللّٰه علیه و آله وسلم لان البعثة اعظم النعم

جو شخص یہ کہے حضور ﷺ ہم پر کوئی خصوصی انعام نہیں وہ کافر ہو جائے گا۔

(بحر الرائق‘ ۵=۱۳۱)

۸۔ سہو و نسیان کا طعن

حضرات انبیاء علیہم السلام پر متعدد حکمتوں کے تحت سہو و نسیان طاری ہوتا ہے مگر اسے بطور عیب و طعن بیان کرنا کفر ہے۔
حضرت قاضی عیاض فرماتے ہیں۔

وکذلک اقول حکم من غمصه او عیره برعایة الغنم اوالسهو او النسیان اوالسحر اوما اصابه من جرح او هزیمة لبعض جیوشه او اذی من عدوه اوشدة من زمنه اوبالمیل الی نسائه فحکم هذا کله عن قصد به نقصه القتل

(الشفاء ۲)

یہی قتل کا حکم اس کے بارے میں بھی ہے جس نے حضور ﷺ کو بکریاں چرانے یا سہو یا نسیان یا جادو یا آپ ﷺ کو جو زخم پہنچے یا آپ ﷺ کے بعض لشکروں کو جو شکست پہنچی یا دشمن کی طرف سے آپ ﷺ کو اذیت ہوئی یا شدت زمانہ کی وجہ سے یا ازواج مطہرات کی طرف میلان پر کسی نے عیب لگایا اور ان چیزوں سے آپ ﷺ پر طعن کیا۔

۹۔ جرات و بے باکی

حضرت انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرات اور بے باکی کا مظاہرہ بھی کفر وارتداد ہے اگرچہ بے ادبی کا قصد نہ ہو شیخ محمد انور شاہ کشمیری نے لکھا۔

قد ذکر العلماء ان التهور فی عرض الانبیاء وان لم یقصد السب کفر

علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہ السلام کی شان میں جرات کفر ہے اگرچہ بے ادبی کا ارادہ نہ ہو۔

(اکفار الملحدین‘ ۱۷)

۱۰۔ زیادہ تیل لگانا

بعض روایات میں آیا ہے آپ ﷺ اکثر تیل لگاتے تو سراقدس کا کپڑا تیل والے کی طرح ہو جاتا لیکن اہل علم نے یہی تلقین و حکم دیا کہ ایسی بات عوام کے سامنے نہ لائی جائے حتی کہ اگر کوئی باز نہیں آتا تو اسے قتل کی سزا دی جائے۔امام خفاجی لکھتے ہیں۔

لا ینبغی ذکر مثله وروایته عند العوام ولهذا افتی بعض علماء العصر فمن قال انه کان یدهن حتی کان ثیابه ثیاب زیات مع انه مروی فی الشمائل

(نسیم الریاض‘ ۴=۳۴۱)

عوام کے سامنے ایسی چیزوں کا ذکر اور روایت کرنا ہرگز درست نہیں‘ اس لئے ہمارے دور کے بعض علماء نے اس شخص کے حق میں (کفر و قتل) کا فتویٰ دیا جس نے یہ کہا حضور ﷺ اتنا تیل لگاتے کہ ان کے کپڑے تیلی کے کپڑوں کی طرح ہو جاتے حالانکہ یہ روایت شمائل میں موجود ہے۔

حقارت کے طور پر قرآنی الفاظ کی تلاوت

باقی الفاظ تو کہاں اگر کوئی شخص قرآنی الفاظ پڑھے اور ان سے اس کا مقصد رسالت مآب ﷺ کی توہین و تنقیص ہو تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے کیونکہ نزول قرآن کا مقصد نبی ﷺ کا دلوں میں احترام و مقام پیدا کرنا ہے نہ کہ توہین سکھانا' روایات میں یہ واقعہ موجود ہے کہ دور فاروقی میں ایک شخص لوگوں کو جماعت کرواتا اور وہ ہمیشہ سورۃ "عبس و تولی" کی تلاوت کرتا جس سے اس کا مقصد آپ ﷺ کے خلاف اپنی دلی عداوت کا اظہار تھا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے علم میں آیا۔

فارسل الیہ فضرب عنقہ — تو انہوں نے آدمی بھیج کر اس کی گردن اڑا دی۔

(روح البیان '۱۰=۳۳۱)

غور کیجئے وہ قرآن پڑھتا تھا لیکن مقصد ادب رسول نہیں بلکہ توہین رسول تھی اس لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اسے جہنم واصل کر دیا تاکہ ہر ایک کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالی کے حبیب ﷺ کا احترام و مقام سب سے آگے ہے۔

قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْن

حضور ﷺ کا نور ہونا

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو دونوں شانیں عطا فرمائی ہیں' آپ ﷺ کامل نور بھی ہیں اور کامل بشر بھی۔ آپ ﷺ کی یہ دونوں شانیں اپنی مثل نہیں رکھتیں' آپ ﷺ کی نورانیت کے مقام کا تصور تو کجا کوئی نوری آپ ﷺ کی بشریت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ حقیقت میں نور ہیں اور لباس بشریت میں ہماری ہدایت کے لئے تشریف لائے۔ اور بشریت بھی کاملہ ہے تاکہ ہمارے لئے آپ ﷺ کی زندگی اسوہ حسنہ بن سکے۔

قرآن اور نور مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین	یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

(المائدہ' ۱۵)

سیدالمفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کے تحت مروی ہے۔

قد جاء کم من اللّٰہ نور رسول یعنی محمدا	اللہ کی طرف سے تمہاری طرف نور آیا' یعنی رسول اکرم ﷺ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔

(تفسیر ابن عباس' ۷۲)

امام ابن جریر طبری' امام فخرالدین رازی' امام بیضاوی' امام جلال الدین سیوطی' علامہ محمود آلوسی اور دیگر تمام مفسرین نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس ہی مراد لی ہے۔

نور ہدایت ہی نہیں بلکہ سراپا نور ہیں

آپ ﷺ کی ذات اقدس نور ہدایت ہی نہیں بلکہ سراپا نور ہے۔ یعنی نور معنوی ہی نہیں بلکہ نور حسی کی شان رکھتے ہیں۔ کتاب و سنت کے یہ دلائل اسی بات کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالی کا قرآن مجید میں اعلان ہے۔

یاایھاالنبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا (الاحزاب' ۴۵-۴۶)

اے نبی! ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہ' بشارت دینے والا' ڈر سنانے والا' اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

پس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو سراپا نور ہی قرار نہیں دیا بلکہ منیر (دوسروں کو روشن کرنے والا) فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ سے آپ ﷺ کے صحابہ کرام' آپ ﷺ کے سراپا اور حسی نور ہونے پر استدلال فرمایا کرتے۔ مستدرک میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا' میری والدہ نے خواب دیکھا تھا' اس کی تفصیل بتلاتے ہوئے حضرت عرباض رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔

ان ام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رأت حین وضعت لہ نورا اضائت لھا قصور الشام ثم تلا یا یھاالنبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا (المستدرک' ۲-۴۵۳)

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کی ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے' پھر انہوں نے یہ آیت مبارکہ تلاوت کی' اے نبی! ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو شاہد' مبشر' نذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے داعی اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

غور کیجئے صحابی رسول آپ ﷺ کو حسی نور قرار دینے کے لئے مذکورہ آیت کو بطور استدلال پیش کر رہے ہیں جس سے صحابہ کا عقیدہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو بشر ماننے کے ساتھ ساتھ حقیقتاً نور بھی تسلیم کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ رشید احمد گنگوئی (جو علماء دیوبند کے استاذ ہیں) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو (قول باری تعالی "قد جاء کم من اللّٰہ نور" میں نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات ہے۔ نیز حق تعالی نے فرمایا "یاایھاالنبی انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا ۹ وداعیا الی اللّٰہ باذنہ وسراجا منیرا ۹" اے نبی! ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو گواہ اور مژدہ سنانے والا اور ڈرانے والا' اللہ تعالی کی طرف بلانے والا اور چراغ منیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور منیر روشن کرنے والے اور دوسرے کو نور دینے والے کو کہتے ہیں۔ اگر کسی کو روشن کرنا انسان کے لئے محال ہوتا تو ذات پاک ﷺ کو بھی یہ کمال حاصل نہ ہوتا کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی تو اولاد آدم علیہ السلام ہی میں ہیں مگر آنحضرت ﷺ کا سایہ نہ تھا اور ظاہر ہے کہ نور کے علاوہ ہر جسم کا سایہ ہوتا ہے۔ (امداد السلوک' ۱۵۷)

تخلیق' بشریت سے پہلے کی ہے

آپ ﷺ کے حقیقتاً نور ہونے پر یہ بات بھی شاہد عادل ہے کہ آپ ﷺ کی تخلیق بشریت کی تخلیق سے پہلے کی ہے۔ بشریت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے حالانکہ آپ ﷺ کی خلقت پہلے ہو چکی تھی۔

۱۔ امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

یارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم متی وجبت لک النبوۃ

اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ کی نبوت کب ثابت ہوئی؟ یعنی کب نبی بنائے گئے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا

و آدم بین الروح والجسد
حالانکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

(الترمذی باب ماجاء فی فضل النبی)

اس مخالف بدباطن کو علم ہونا چاہیے کہ ترمذی صحاح ستہ میں شامل ہے۔

۲۔ امام حاکم نے مستدرک میں حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی عبداللہ، وخاتم النبیین وابی منجدل فی طینہ
میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، میں اس وقت اللہ کا بندہ اور خاتم الانبیاء کے درجہ پر فائز تھا جب میرے باپ (آدم) اپنی مٹی کے درمیان تھے۔

اس روایت پر امام حاکم کا تبصرہ یہ ہے۔

ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ
اس حدیث کی سند صحیح ہے حالانکہ امام بخاری و مسلم نے اپنی کتب میں اسے ذکر نہیں کیا۔

(المستدرک، ۲=۴۵۳)

اگر یہاں کوئی یہ کہہ دے کہ امام حاکم کا حدیث کو صحیح کہہ دینا کافی نہیں ہم یہ بھی بتائے دیتے کہ امام ذہبی نے بھی امام حاکم کی بات کو ثابت رکھتے ہوئے تلخیص میں فرمایا ہے

ھذا حدیث صحیح
یہ حدیث صحیح ہے۔

(تلخیص المستدرک، ۲=۴۵۳)

۳۔ حضرت میسرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے حبیب خدا ﷺ سے عرض کیا

متی کنت نبیا
آپ ﷺ نبی کب بنائے گئے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

و آدم بین الروح والجسد
ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے

اس کے بعد امام حاکم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت (جسے ہم نے پیچھے ترمذی کے حوالے سے نقل کیا) اس کی تائید میں ذکر کی۔

امام حاکم اور امام ذہبی دونوں نے مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا

(المستدرک، ۲=۶۶۵)

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا میرے والدین آپ ﷺ پر قربان ہوں۔

اخبرنی عن اول شی خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء
مجھے اس شئی کے بارے میں آگاہ فرمائیے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا اے جابر!

ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ
اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو بلاواسطہ پیدا فرمایا۔

(المواہب، ۱=۵۵)

حدیث کا مذاق

اس گستاخ نے اس حدیث مبارکہ کا یہ کہتے ہوئے مذاق اڑایا کہ یہ مصنف عبدالرزاق کی روایت ہے جو ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ وہ اس درجہ کی کتاب نہیں کہ اس کی روایت کو قبول کیا جائے۔ اور حوالہ یہ دیا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے کتب حدیث کی درجہ بندی کی ہے۔

اس سلسلہ میں چند باتیں سامنے رہنی چاہیے۔

۱۔ کتب احادیث کی درجہ بندی ضرور کی گئی ہے مگر یہ بات آج تک کسی محدث نے نہیں

کہی کہ فلاں حدیث کی کتاب کی کوئی روایت بھی قابل قبول نہیں' بلکہ ہر ایک نے یہی کہا کہ ہر حدیث کے بارے میں خوب تحقیق سے کام لیا جائے۔

۲۔ یہ کہنا سراسر جہالت ہے کہ ہم فلاں کتاب کی حدیث ہی مانیں گے۔ کیونکہ آج تک کسی محدث نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اس نے آپ ﷺ کے تمام ارشادات عالیہ کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے

یہی وجہ ہے کہ اس موضوع پر سینکڑوں کتب لکھی گئیں۔

۳۔ امت مسلمہ کسی کتاب کی پابند نہیں بلکہ آپ ﷺ کے ارشادات عالیہ کی پابند ہے۔ وہ جہاں سے سند کے ساتھ بھی ملے وہ اسے حاصل کرے۔

۴۔ پھر ایسا وقت بھی گزرا جب کتب حدیث تصنیف نہیں ہو سکی تھیں۔ اس وقت بھی تو لوگ احادیث پر عمل کرتے تھے۔

۵۔ مذکورہ حدیث کو تو تمام محدثین نے تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ شارح بخاری امام قسطلانی ۹۲۳ھ (المواہب اللدنیہ ۱=۵۵)
۲۔ امام نظام الدین حسن نیشاپوری ۷۲۸ھ (غرائب القران ۸=۶۶)
۳۔ امام عبدالغنی نابلسی ۱۱۴۳ھ (الحدیقہ الندیہ ۲=۳۷۵)
۴۔ امام حسین بن محمد دیار بکری ۱۲۰۴ھ (تاریخ الخمیس ۱=۱۹)
۵۔ امام ابن الحاج (المدخل ۲=۳۴)
۶۔ امام سید محمود آلوسی (روح المعانی ۱=۱۰۵) (۸=۷۱)
۷۔ امام ابن حجر مکی ۹۷۴ھ (الفتاوی الحدیثیہ ۲۷۴)
۸۔ مولانا عبدالحی لکھنوی (آلاثار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ ۳۴)
۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ (مدارج النبوۃ ۲=۲)
۱۰۔ امام ملا علی قاری ۱۰۱۴ھ (المورد الروی فی المولد النبوی=۴۰)

یاد رہے یہ تمام علماء اہل سنت ہیں ان میں سے کوئی بھی شیعہ نہیں۔ یہ کہنا کہ آپ

ﷺ کو نور ماننا شیعہ کا عقیدہ ہے اسلام سے جہالت ہے۔ بلکہ اس ظالم نے یہ کہا ہے کہ نور کا عقیدہ غیر مسلموں سے آیا ہے۔ جو سراسر کتاب و سنت کی توہین ہے۔

ان میں سے چند ایک کے الفاظ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام سید محمود آلوسی لکھتے ہیں۔

كان نوره صلى الله عليه وسلم اول المخلوقات ففي الخبر اول ماخلق الله نور نبيك يا جابر

(روح المعانی ۱۷=۱۰۵)

آپ ﷺ کا نور مبارک ہر شی سے پہلے پیدا کیا گیا کیونکہ حدیث میں ہے اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا۔

۲۔ امام حسین بن محمد دیار بکری رقمطراز ہیں۔

كماروى عن جابر بن عبدالله الانصاري انه قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اول شئ خلقه الله قال هو نور نبيك جابر

(تاریخ الخمیس ۱=۱۹)

جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں پوچھا تو فرمایا جابر وہ تیرے نبی کا نور ہے۔

۳۔ امام عبدالغنی نابلسی کہتے ہیں

وكيف وقد خلق كل شئ من نوره كما ورد به الحديث الصحيح

(الحدیقہ الندبہ ۲=۳۷۵)

ہر شئی سے پہلے آپ ﷺ کا نور پیدا کیا گیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے۔

یاد رہے یہ تمام لوگ اسماء رجال اور علل حدیث کے جاننے والے ہیں ان میں سے کوئی

بھی علم حدیث سے ناواقف نہیں۔

اول الخلق ہونے کی دلیل

بلکہ آئمہ امت نے اس حدیث کو ان دلائل میں شامل فرمایا جو آپ ﷺ کے اول الخلق ہونے پر شاہد ہیں۔

استاذ المحدثین حضرت ملا علی قاری اس حدیث اور دیگر احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

فعلم ان اول الا شیاء علی الاطلاق النور المحمدی ثم الماء ثم العرش ثم القلم

تو معلوم ہو گیا کہ ہر شے سے پہلے نور محمدی کی تخلیق ہوئی پھر پانی پھر عرش اور پھر قلم کو پیدا کیا گیا۔

(المورد الروی '۴۴)

۲۔ شارح بخاری امام قسطلانی اول الخلق پر بحث کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں لوگوں کا جو اختلاف ہے کہ پہلے کون سی چیز پیدا کی گئی ہے۔ یہ حضور ﷺ کے نور کے علاوہ میں اختلاف ہے۔ ان کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

قد اختلف هل القلم اول المخلوقات بعد النور المحمدی

نور محمدی ﷺ کے بعد کون سی چیز اول الخلق ہے اس بارے میں اختلاف ہے یعنی آپ ﷺ کے اول الخلق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں

(المواہب اللدنیہ '۱= ۹۲)

۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ المتوفی ۱۰۵۲ھ اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بہ آنکہ اول مخلوقات و واسطہ صدور کائنات و واسطہ خلق عالم و آدم نور محمد است صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ کہ اول ماخلق اللہ نوری

تمام مخلوقات میں سب سے پہلے اور کائنات کے وجود میں آنے کا واسطہ اور تمام جانوں اور حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واسطہ حضور ﷺ کا نور مبارک ہے، جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

(مدارج النبوۃ '۲ = ۲)

یہی بات اہل حدیث فاضل نواب وحید الزماں آپ ﷺ کے نور مقدس کے بارے میں لکھتے ہیں۔

بدا اللہ سبحانہ الخلق بالنور المحمدی ثم خلق العرش علی الماء ثم خلق الریح ثم خلق النون والقلم واللوح ثم خلق العقل فالنور المحمدی مادة اولیة لخلق السموات والارض ومافیهما

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ابتداء نور محمدی سے فرمائی، پھر پانی پر عرش، پھر ہوا، پھر دوات و قلم اور لوح، پھر عقل کو پیدا کیا تو نور محمدی ﷺ تمام آسمانوں، زمین اور ان میں جو کچھ ہے ان کی تخلیق کے لئے مادہ بنا۔

اس پر حاشیہ میں لکھا۔

وماورد فی الحدیث اول ماخلق اللہ القلم واول ماخلق اللہ العقل فالمراد به الاولیة الاضافیة

حدیث میں جو آیا ہے سب سے پہلے قلم یا سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا تو اس سے مراد اولیت اضافی ہے۔

(ہدیہ المہدی '۱=۵۶)

یعنی حقیقی اولیت نور محمدی ﷺ کو ہی حاصل ہے۔

۵۔ شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں کہ "اول ماخلق اللہ نوری" صحیح ہے یا وضعی؟ لکھتے ہیں یہ حدیث کتب صحاح میں موجود نہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اسے نقل کیا ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔

(فتاوی، ۱۵۷)

دیکھا آپ نے محدثین تو ان احادیث کو دیگر احادیث پر ترجیح دے رہے ہیں لیکن یہ جاہل ان روایات کا مذاق اڑا رہا ہے۔

اعتراض

یہ مصنف عبدالرزاق میں حدیث موجود ہی نہیں ہے۔

جواب:۔ مصنف کا جو نسخہ اب تک شائع ہوا ہے وہ ناقص ہے۔ اس کے بارے میں شیخ حبیب الرحمن اعظمی نے (جو شائع کرنے والے ہیں۔) نے خود تصریح کر دی ہے۔ دیکھئے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱=۳)

۲۔ دوسری بات یہ بھی سامنے رہنی چاہئے کہ امام ابن حجر مکی نے شمائل کی شرح اشرف الوسائل میں تصریح کر دی ہے کہ یہ روایت امام عبدالرزاق نے اپنی مسند میں ذکر کی ہے۔ وہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

رواہ عبدالرزاق فی مسندہ — امام عبدالرزاق نے یہ روایت اپنی سند میں نقل کی ہے۔

اس پر محقق نے یہ نوٹ دیا ہے۔

ومسندہ مفقود فیما اعلم (اشرف الوسائل، ۳۲) — ان کی مسند میری معلومات کے مطابق ابھی تک مفقود ہے

کوئی اگر یہ کہے کہ مسند و مصنف دونوں ایک ہی ہیں تو ہمیں اس سے اختلاف ہے کیونکہ متعدد اہل علم نے تصریح کی ہے کہ یہ ان کی الگ الگ کتب ہیں۔ اس کے لئے تفسیر عبدالرزاق کا مقدمہ ملاحظہ کیجئے

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا

مسئلہ بشریت

مسئلہ بشریت

اس میں امت کے کسی فرد کو اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ بشر ہیں اگر کوئی شخص اس کے خلاف بیان کرتا ہے تو اس نے امت پر اتہام سے کام لیا ہے' ہاں اتنا ضرور ہے کہ امت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آپ ﷺ عام بشر نہیں بلکہ افضل البشر' خیر البشر اور سید البشر ہیں۔

قرآن اور امتیاز بشریت

یہی وجہ ہے قرآن نے یہاں بھی انبیاء علیہ السلام کی بشریت اور انسانیت کا تذکرہ فرمایا تو وہاں ان کی بشریت کو دوسروں سے ممتاز فرمایا' مثلا ایک مقام پر فرمایا۔

قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی (الکہف'۱۱۰)

اے نبی! ﷺ اعلان فرما دیجئے میں بھی تمہاری مثل انسان ہوں' لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

یعنی میری بشریت کا یہ امتیاز ہے کہ میری ذات اقدس وحی الٰہی کا مہبط و مرکز ہے اور تمہیں یہ مقام حاصل نہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

قل سبحان ربی هل کنت الابشرا رسولا (الاسراء'۹۳)

تم فرما دو پاکیزگی ہے میرے رب کی۔ (میں خدا نہیں ہوں) میں تو انسان رسول ہوں۔

یہاں بھی لفظ رسالت سے بشریت کا امتیاز بیان کر دیا گیا ہے۔

یہ وحی الٰہی اور رسالت کا فرق معمولی نہیں بلکہ یہ ہمارے اور انبیاء کے درمیان ان گنت معاملات میں تفاوت و امتیاز ہے۔

کفار نے جب اپنی مثل سمجھ کر انبیاء کی پیروی سے انکار کیا تو ان کے جواب میں فرمایا ہم بلاشبہ انسان ہیں مگر۔

ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ وما کان لنا ان ناتیکم بسلطن الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (ابراہیم،۱۱)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں، اور ایمانداروں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

حضور ﷺ کا اعلان

آیات بشریت کا مفہوم سمجھنے کے لئے حضور ﷺ کے اس مبارک فرمان و اعلان کو سامنے کیوں نہیں رکھا جاتا جو وصال کے روزے رکھنے پر صحابہ کے سامنے فرمایا تھا۔

ایکم مثلی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (البخاری کتاب الصوم)

تم میں کون ہے میری مثل، میں رات اس حال میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

یہ الفاظ مبارکہ بھی آتے ہیں۔

انی لست کاحدکم (مسند احمد، ۲=۲۴۴)

میں ہرگز تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں۔

کیا صحابہ کو یہ آیات یاد نہ تھیں؟

جب حضور ﷺ نے یہ اعلان فرمایا کہ تم میری مثل نہیں ہو سکتے تو کیا صحابہ کو یہ مثلیت والی آیات یاد نہیں تھیں، ضرور یاد تھیں، مگر وہ ان کے صحیح مفہوم سے آگاہ تھے، وہ جانتے تھے کہ ان میں بھی آپ ﷺ کا امتیاز بیان ہوا ہے، ان میں بھی انہیں عام بشر قرار نہیں دیا گیا۔

مافوق البشر کا معاملہ

اس جاہل و گستاخ نے بار بار کہا کہ آپ ﷺ مافوق البشر نہیں (ص، ۳۸) حالانکہ نبوت و رسالت کا درجہ انسانیت سے بلند ہوتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک فرمان شاہد ہے۔

اللہ یصطفی من الملئکة رسلا و من الناس (الحج، ۷۵)

اللہ تعالیٰ ملائکہ اور انسانوں میں سے رسول چن لیتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالته (الانعام، ۱۲۴)

اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت کا تاج کہاں سجاتا ہے۔

چونکہ یہ سید سلیمان ندوی وغیرہ کے حوالہ جات کو مانتا ہے، اس لئے یہاں ہم کچھ ان کے حوالہ جات ذکر کئے دیتے ہیں جس میں انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ نبوت و رسالت کا درجہ انسانیت سے کہیں بلند اور فوق ہوتا ہے۔

۱۔ سید سلیمان ندوی نبوت کی حقیقت کے عنوان کے تحت امام غزالی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے نقل کرتے ہیں۔

"نبوت انسانیت کے رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت، حیوانیت سے بالاتر ہے" (سیرۃ النبی، ۴=۱۵)

۲۔ دوسرے مقام پر ندوی صاحب آیات مثلیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"ہر شخص جو مثلیت و بشریت کی ان آیتوں پر ایک نگاہ ڈالے گا وہ یہی سمجھے گا کہ ان آیتوں میں جس قسم کی مثلیت اور بشریت کا ذکر ہے اس کا تعلق ظاہری جسمانیت اور جسمانی قوی اور مخلوقیت ہے ورنہ اخلاقی، روحانی، دماغی، قلبی، علمی اور عملی حقیقت سے ایک پیغمبر انسان رہ کر بھی غیر نبی انسان سے بلند تر اور اعلانیہ ممتاز ہوتا ہے۔

نبی اور غیر نبی میں صرف وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ

نبی القائے ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ بقیہ تمام اوصاف و کمالات یا عیوب و نقائص میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ عالم و جاہل میں صرف علم کا فرق ہے ورنہ دونوں برابر کے انسان ہیں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ علم و جہل کے اعلانیہ ممتاز و متضاد اوصاف میں بھی وہ دونوں برابر ہیں اور ان میں عقل ہے' اخلاق و تہذیب' سلیقہ' رائے اور حکمت و دانائی کا کوئی فرق نہیں حالانکہ ان میں علم و جہل کا فرق کہہ کے درحقیقت ان دونوں کے درمیان علم و جہل کے سینکڑوں اوصاف' لوازم اور خصائص کا فرق و امتیاز تسلیم کرنا ہے۔

اسی طرح نبی اور غیر نبی کا فرق مان کر وحی والے اور بے وحی والے انسانوں میں لوازم' خصائص اور اوصاف کا فرق تسلیم کرنا پڑے گا۔ وحی رسالت کو چھوڑ دو۔دوسرے انسانی کمالات کو مثالاً لو تو بھی یہی ماننا پڑے گا کہ انسان کے لئے جتنے اوصاف و کمالات ممکن ہیں' اب سب کی اعلی سے اعلی جانب کمال تک پہنچنا ممکن ہے اور جو وہاں تک پہنچ جاتے ہیں وہ اپنے جسمانی اوصاف و خصائص کے لحاظ سے انسان ہونے کے باوجود اپنے دوسرے قوی میں عام انسانوں سے یقیناً بلند اور ممتاز ہوتے ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جسمانی قوت کا ایرانی ہیرو رستم انسان نہ تھا' علم و عقل کا یونانی مجسمہ ارسطو انسانیت سے پاک تھا' اور موجودہ دنیا کی بہت سی حیرت انگیز ایجادوں کا مخترع اڈیسن بشر نہیں' لیکن اس انسانیت اور بشریت کے اشتراک کے باوجود اپنے اپنے دائرہ میں وہ عام انسانوں سے بلند تر اور ممتاز تر ہیں۔ اور بار ایں ہمہ وہ اپنے جسمانی خصائص ' چلنے پھرنے' اٹھنے بیٹھنے' کھانے پینے' سونے جاگنے' دیکھنے بھالنے' صورت شکل' ہاتھ پاؤں' ہر ایک چیز میں وہ ایسے ہی انسان ہیں' اور مخلوق انسان بلکہ مجبور انسان ہیں۔ وہ جیسے دوسرے کمزور' جاہل اور بلید الذہن انسان' یہی مثال ایک معنی میں انبیائے کرام علیہم السلام کی بھی ہے کہ وہ غیر نبی انسانوں کے ساتھ بہت سے انسانی اوصاف میں شریک ہونے کے باوجود

وحی اور اس کے خصائص اور لوازم میں ان سے صریحًا الگ' بلند اور اعلی بلکہ بعض جسمانی خصائص میں بھی ان سے ممتاز ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو صوم وصال رکھتے دیکھ کر جب صحابہ بھی آپ ﷺ کی پیروی میں کئی کئی دن تک کا متصل روزہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ ان کو منع کرتے ہیں اور اپنی نسبت فرماتے ہیں۔ "ایکم مثلی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی" تم میں کون میرے مثل ہے میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ کیا تم انسانوں کو بھی یہ روحانی غذا اور روحانی سیرابی میسر آتی ہے اور وحی کے علاوہ بعض دوسری حیثیتوں سے بھی مثلیت کی اس میں نفی نہیں ہے۔

اسی طرح نیند کی حالت میں بھی نبی کے قلب اور اس کے احساسات کا غافل نہ ہونا صحیح حدیثوں سے ثابت ہے آپ ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا "وکذالک الانبیاء تنام اعینھم ولا تنام قلوبھم" اور اسی طرح سب انبیاء ہیں کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں مگر ان کے دل نہیں سوتے۔ کیا یہی کیفیت عام انسانوں کی نیند کی بھی ہے؟ آنحضرت ﷺ لوگوں کو نماز میں صفوں کو درست رکھنے کی تاکید کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ میں تم کو پیٹھ کے پیچھے سے بھی ویسے ہی دیکھتا ہوں جیسے سامنے سیں کیا عام انسانوں کی قوت بصارت کا یہی عالم ہوتا ہے؟ قرآن پاک میں ہے۔ "افتمرونہ علی مایری" کیا پیغمبر جو دیکھتا ہے تم اس میں اس سے جھگڑتے ہو "ولقد راہ بالافق المبین" اور اس نے اس (فرشتہ) کو آسمان کے کناروں میں دیکھا۔ کیا عام انسان بھی یہ مشاہدہ کرتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ کے انتساب سے امہات المومنین کو جو شرف حاصل ہوا اس کا اقتضاء یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے امہات المومنین کو خطاب کر کے فرمایا "ینساء النبی لستن کاحدا من النساء ان اتقیتن" (احزاب ۴۰) اے پیغمبر کی بیویو! تم ایسی نہیں ہو جیسی ہر عورت۔ اگر خدا کا ڈر رکھو تو۔ اگر پیغمبر کی بیویاں تقوی کے بعد عام عورتوں کے مثل نہیں ہیں تو خود پیغمبر تو بدرجہا اس کا

سزاوار ہے کہ وہ "کاحد من الرجال" نہ ہو اور اپنے خصائص میں عام انسانوں سے بدرجہا بلند تر اور ممتاز ہو۔

الغرض نبی اور غیر نبی میں صرف وحی و نبوت کا جو فرق ہے اس کے یہی معنی ہیں کہ ان دونوں میں وحی و رسالت کے تمام لوازم، خصوصیات اور ضروری اوصاف میں فرق و امتیاز ہے اس لئے کسی انسان کو صاحب وحی جاننے کے ساتھ ہی اس کو ان تمام اوصاف و لوازم اور خصوصیات کا مالک بھی ضروری ماننا پڑے گا۔

(سیرت النبی ﷺ، ۴۔ ۷۴۔ ۷۶)

یہ غیر متناہی فرق ہے

مذکورہ عبارت میں ندوی صاحب نے نبی اور غیر نبی کے درمیان وحی کی بنیاد پر سینکڑوں لوازم، خصائص اور اوصاف میں فرق کی بات کی ہے۔ یہ بھی خوب ہے۔ لیکن آیئے ایک ایسی شخصیت کا قول پڑھیں جسے مقام نبوت کے بارے میں اللہ تعالی نے بڑا شرح صدر عطا فرمایا تھا۔ ہماری مراد امام اہل محبت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری ہیں وہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

"واقعی جب ان خبثاء (کفار) کے نزدیک وحی و نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی سی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا سا بشر جانیں زید کو "قل انما انا بشر مثلکم" سوجھا اور "یوحی الی" نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی بشریت جبرائیل علیہ السلام کی ملکیت سے بھی اعلی ہے۔ وہ ظاہری صورت ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں۔ جس سے مقصود خلق کا ان سے حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا ہے۔

(فتاوی رضویہ ۱۴=۶۶۲)

غور کیجئے جب کسی آدمی پر اللہ تعالی کا فضل و کرم ہوتا ہے تو اسے مقامات

نبوت میں کس قدر شرح صدر نصیب ہو جاتا ہے کچھ ایسے بھی ہیں جو وحی کو صرف ایک فرق جان کر حضور ﷺ کو بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں۔

۴۔ مفتی مدرار اللہ دیوبندی اس حقیقت کو ان الفاظ سے آشکار کرتے ہیں۔

"ہم بتانا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود منصب رسالت و نبوت سے سرفراز ہونے کی بنا پر فوق البشر بھی ہیں اور کوئی غیر نبی شخص خواہ وہ انسانیت کے کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو، انبیاء علیہم السلام کی خاک پاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

(عصمت انبیاء، ۸۱۔۱۳)

گھر کی گواہی کے بعد مان جانا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود مافوق البشر صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے جن لوگوں کو کتاب و سنت کی معرفت نصیب ہوئی وہ یہ پکار اٹھے۔

انه صلی اللہ علیہ وسلم بشری الظاهر ملکی الباطن

آپ ﷺ ظاہری صورت میں بشر ہیں لیکن آپ ﷺ کا باطن ملکی ہے

(المدخل لا بن الحاج، ۲=۱۹۳)

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ظاہر و باطن پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

فظواهرهم واجسادهم وبنيهم متصفة باوصاف البشر طارئ عليها مايطرء علی البشر من الاعراض والا سقام والموت والفناء ونعوت الانسانية ارواحهم وبواطنهم

انبیاء کے ظواہر، اجسام اور ابدان اوصاف بشر سے متصف ہوتے ہیں ان پر بشری تمام عوارضات وارد ہوتے ہیں جیسے مرض بیماری، موت، فنا اور دیگر انفعال و عوارض لیکن ان کی ارواح اور باطن اوصاف بشریت سے اعلی سے

متصفة باعلى من اوصاف البشر متعلقة بالملاء الاعلى متشبهة بصفات الملائكة سليمة من التغير والافات لايلحقها غالبا عجز البشرية ولا ضعف الانسانية اذ لوكانت بواطنهم خالصة للبشرية كظواهرهم لماطاقوا الاخذ عن الملائكه ورؤيتهم ومخاطبتهم ومخالطتهم كمالا يطيقه غيرهم من البشر ولوكانت اجسامهم وظواهرهم متصفة بنعوت الملائكة وبخلاف صفات البشر لما اطاق البشر ومن ارسلوا اليهم مخالطتهم كما تقدم من قول الله تعالى فجعلوا من جهة الاجسام والظواهر مع البشر ومن جهة الارواح والبواطن من الملائكة

متصف، ملاء اعلی سے متعلق اور صفات ملائکہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور وہ تغیر و آفات سے محفوظ رہتے ہوئے اغلب طور پر بشریت کے عجز اور ضعف انسانیت سے مبرا ہوتے ہیں۔ اگر ان کے باطن، ان کے ظواہر کی طرح خالص بشر ہوں تو وہ ملائکہ سے نہ تو استفادہ کر سکتے اور نہ انہیں دیکھ سکتے اور نہ ان سے مخاطب ہو سکتے جیسا کہ دوسرے بشر اس کی طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان کے اجسام و ظواہر ملائکہ کی صفات سے متصف ہوتے اور بشری لباس میں نہ ہوتے تو بشر ان سے استفادہ کی طاقت نہ رکھتے اور نہ ہی ان سے میل جول کر سکتے جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے۔ ولو جعلنه ملکا اس لئے انہیں اجسام اور ظواہر بشری اور ارواح اور باطن ملکی عطا فرمائے۔

(الشفاء، ۲۔ ۹۲=۱۹۱)

اس کے بعد موصوف نے اس پر حضور ﷺ کے متعدد ارشادات عالیہ بطور دلیل ذکر کرتے ہوئے کہا آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

تنام عيناى ولاينام قلبى

میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے

اس کے تحت امام خفاجی لکھتے ہیں۔

هذادليل على ان ظاهره صلى الله عليه وآله وسلم بشرى وباطنه ملكى

یہ نہایت ہی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا ظاہری بشر اور باطن ملکی (نوری) ہے۔

(نسیم الریاض، ۳=۴۵۴)

تمام امت کا اتفاق

آپ ﷺ کے باطناً" ملکی ہونے پر یہ بات بھی شاہد ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام جب قرآنی وحی لے کر آتے تو وہ اپنی ملکی حالت میں آتے تھے اس موقعہ پر آپ ﷺ ان سے وحی اخذ کرنے کے لئے حالت ملکی کی طرف منتقل ہو جایا کرتے کیونکہ قائل اور سامع کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری و لازم ہوتا ہے۔

شیخ محمد عبدالعظیم زرقانی نزول وحی کی کیفیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ پر کوئی بے ہوشی وغیرہ کی حالت نہیں ہوتی تھی بلکہ

ان هى الا استغراق فى لقاء الملک الروحانى وانخلاع عن حالته البشرية العادية فيوثر ذلک على الجسم

یہ تو سراپا روحانی فرشتہ کے ساتھ ملاقات میں استغراق ہوتا اور یہ حالت بشریت سے نکل جانا ہوتا جس کی وجہ سے جسم اقدس پر اثرات کا ظہور ہوتا۔

(مناہل العرفان، ۱=۶۴)

شیخ مناع القطان لکھتے ہیں کہ وحی کی اکثر دو صورتیں تھیں۔

۱۔ جبرائیل امین ملکی حالت میں وحی لے کر آتے۔
۲۔ جبرائیل امین انسانی صورت اختیار کر کے آتے۔

دوسری حالت میں قائل (جبرائیل) اور سامع (حضور ﷺ) کے درمیان تناسب ہوتا لیکن پہلی حالت میں تناسب نہ ہوتا۔

وهی تحتاج الی سمو روحی من رسول اللّٰہ یتناسب علی مع روحانیة الملک فکانت الحالتین علیه لانها کما قال ابن خلدون انسلاخ من البشریة الجسمانیة واتصال بالملکیة الروحانیة والحالة الاخری عکسها لانها انتقال من الروحانیة المحضة الی البشریة الجسمانیة

(مباحث فی علوم القرآن، ۳۹)

اس حالت میں اس بات کی ضرورت پیش آتی کہ فرشتہ کی روحانیت کے ساتھ اتصال پیدا کرنے کے لئے حضور ﷺ بھی اس حالت میں تشریف لے جائیں جیسا کہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ اس حالت میں بشریت جسمانیہ سے آپ ﷺ جدا ہو کر حالت ملکی روحانی میں تشریف لے جاتے، البتہ دوسری حالت میں اس کے برعکس ہوتا کیونکہ اس میں جبرائیل اپنی حالت روحانی سے بشریت کی صورت کی طرف منتقل ہوتے۔

امام ابن حجر عسقلانی اور امام بدرالدین عینی رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں ان اقسام وحی پر گفتگو کرتے ہیں کہ یا تو جبرائیل امین کو انسانی صورت اختیار کرنا پڑتی یا حضور ﷺ کو حالت بشریت سے حالت ملکی کی طرف جانا پڑتا کیونکہ استفادہ اور افادہ کے لئے سنت الٰہی یہی ہے کہ قائل اور سامع کے درمیان مناسبت کا ہونا ضروری ہے۔

ان سنة اللّٰہ لماجرت من انه لابد من مناسبة بین القائل

والسامع حتی یصح بینهما التحاور والتعلیم والتعلم فتلک المناسبة اما باتصاف السامع بوصف القائل بغلبة الروحانیة علیه وهوالنوع الاول اوباتصاف القائل بوصف السامع وهوالنوع الثانی

سنت الٰہیہ یہ ہے کہ قائل اور سامع کے درمیان مناسبت کا پایا جانا ضروری ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے علمی افادہ اور استفادہ کر سکیں۔ تو یا سامع (حضور) کو قائل (جبریل) کے وصف روحانیت سے متصف ہوگا یہ وحی کی پہلی قسم ہے یا قائل (جبرائیل) کو سامع (حضور ﷺ) کے وصف بشریت ظاہری سے متصف ہونا ہوگا اور یہ وحی کی دوسری قسم ہے۔

(عمدة القاری، ۱=۴۲)

(فتح الباری، ۱=۱۶)

یاد رہے اس پر تمام امت کا اتفاق ہے کسی کا اختلاف نہیں۔ الغرض تمام امت کا یہی عقیدہ سامنے آتا ہے کہ آپ ﷺ ظاہرا" بشر ہیں اور باطنا نور ہیں۔

نورانیت اور بشریت کا اجتماع

رہا ان دونوں چیزوں کا اجتماع تو اس میں کوئی منافات نہیں قرآن و سنت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے نوری فرشتوں کا متعدد دفعہ حالت بشری میں آنا ثابت ہے مثلا" حضرت جبرائیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ حالت بشریت میں ہوتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر

اچانک ایک آدمی آیا جس کے کپڑے نہایت ہی سفید اور بال بہت سیاہ تھے

یعنی انسانی شکل تھی کپڑے پہنے ہوئے تھے اور ان کے سر اور داڑھی کے بال نہایت سیاہ تھے، ہم اسے نہ پہچان سکے رسالت ماب ﷺ نے بتایا یہ جبرائیل امین

ہیں۔

سورہ مریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین کو حضرت مریم کے پاس بھیجا فرمایا۔

فارسلنا الیها روحنا فتمثل لها بشرا سویا	ہم نے مریم کے پاس روح الامین کو مکمل بشر بنا کر بھیجا۔

(مریم، ۱۷)

یہاں ملاحظہ کر لیجئے جبرائیل امین نور ہیں لیکن بشر بن کر تشریف لائے تو نور و بشر کا اجتماع ناممکن نہ ہوا بلکہ ان کا اجتماع عملاً" ثابت ہو گیا۔

بشریت میں فرق

یہاں اس قدر واضح رہنا چاہئے کہ جبرائیل امین کی بشریت وہی ہے لیکن حضور ﷺ کی بشریت وہی نہیں کیونکہ جبرائیل کسی ماں باپ کے ہاں پیدا نہیں ہوتے لیکن حضور ﷺ کی والدین کے ہاں باقاعدہ ولادت ہوئی ہے۔ اس لئے ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کامل بشر ہیں۔

نور میں بشریت کے تقاضے

اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ نور کا بشریت کی صورت میں آنا تو ثابت ہوتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں کہ نور میں بشریت کے تقاضے پائے جاتے ہوں۔ مثلاً بعض فرشتے پیغمبروں کے پاس آئے انہوں نے کھانا پیش کیا تو انہوں نے کہا ہم کھانا نہیں کھاتے۔ اگر آپ ﷺ نور ہیں تو آپ ﷺ میں بشری تقاضے نہیں پائے جائیں گے تو آپ ﷺ کی زندگی دوسرے کے لئے اسوہ نہیں بن سکے گی۔ اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ چاہے تو نور میں یہ تمام تقاضے پیدا کر دے۔ اس کی مثالیں بھی کتاب و سنت میں موجود ہیں۔ ہم ایک ایسی مثال دیتے ہیں جس پر تمام کا اتفاق ہے۔

حضرت جبرائیل امین میں بشری تقاضے

آپ نے پہلے پڑھا حضرت جبرائیل امین بعض اوقات آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بشری شکل میں آتے ان کا لباس پہننا، عمامہ پہننا، ان پر بالوں کا ہونا یہ تمام بشری تقاضے ہیں۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام کے پاس آنے والے انسانی فرشتوں کا معاملہ یہی ہے۔

حضرت عزرائیل کی آنکھ کا باہر آنا

بلکہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے

صکه ففقاء عینه فرجع الی ربی فقال ارسلتنی الی عبد لایرید الموت (البخاری ۱=۱۷۸)	انہوں نے طمانچہ رسید کر دیا، ان کی آنکھ نکل آئی اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہوئے لوٹے کہ مجھے آپ نے ایک ایسے بندے کے پاس بھیجا جو موت چاہتا ہی نہیں۔

دیکھا آپ نے، وہ نور ہیں مگر انہیں طمانچہ لگا، آنکھ باہر آئی اور انہیں تکلیف ہوئی یہ تمام بشری تقاضے نہیں تو کیا ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نور ہونے کے باوجود بشری تقاضے عطا فرمائے۔

کامل بشریت کا عقیدہ

بلکہ جب امت مسلمہ آپ ﷺ کو نور کے ساتھ کامل بشر بھی مانتی ہے تو پھر بشریت کے تقاضوں کے نہ پائے جانے کی بات کرنا ہی جہالت ہے فرشتوں میں چونکہ بشریت نہیں بلکہ وہ محض نور ہیں اس لئے ان کی نورانیت پر آپ ﷺ کی نورانیت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

دو عمومی مثالیں

اگر اس سے بھی بات سمجھ نہ آئے تو محض سمجھنے کی حد تک دو عمومی مثالیں سامنے رکھیں معاملہ واضح ہو جاتا ہے۔

ا۔ انسانی آنکھ چربی کے پردوں سے بنی ہے اور اس میں نور بھی ہے۔ آنکھ جسم انسانی کا اہم جزو ہے۔ اس میں بشریت بھی ہے اور نورانیت بھی۔

۲۔ جگنو جنس حیوان میں سے ہے مگر اس میں نور بھی ہے یعنی حیوانیت اور نورانیت کا اس میں اجتماع ہے۔

عَالِمُ الغَیبِ فَلَا یُظھِرُ عَلٰی غَیبِہٖ
اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارتَضٰی مِن رَّسُول

مسئلہ علم غیب

اس بد باطن نے ص ۳۹ سے لے کر ص ۷۲ تک آپ ﷺ کے علم شریف کی نفی میں کالے کئے ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے اسے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے بغض و عداوت ہے حتیٰ کہ آیات و احادیث کے صحیح مفہوم اور پس منظر سامنے نہ ہونے کی وجہ سے اس نے آپ ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ مثلاً سورۂ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۲ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا' آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ (ص ۴۵) یعنی اعلان نبوت سے پہلے آپ ﷺ ایمان دار بھی نہ تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ' حالانکہ تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ﷺ صاحب ایمان تھے' ہاں نزول قرآن سے پہلے تفصیلی شریعت سے آپ ﷺ آگاہ نہ تھے لیکن اس گستاخ نے آپ ﷺ کے بارے میں وہ کچھ کہہ دیا جو ابلیس بھی نہیں کہہ سکتا۔

آیئے ہم مسئلہ علم غیب کو بھی کتاب و سنت کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی غیب جانتا ہے یا جسے وہ عطا فرما دے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قل لایعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللّٰہ	اے نبی! ﷺ اعلان کر دیجئے آسمانوں اور زمین کے غیب کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ (النحل' ۶۵)

یہ آیت مبارکہ اور دیگر آیات واضح کر رہی ہیں کہ ذاتی غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اور دیگر آیات قرآنی میں اس بات کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

ا۔ ایک جگہ اسی بات کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبى من رسله من يشاء

اور اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں مطلع فرماتا غیب پر لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے۔

(آل عمران،۱۷۹)

۲۔ دوسرے مقام پر فرمایا۔

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول (الجن،۲۶=۲۷)

اللہ ہی عالم الغیب ہے۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں رسولوں میں سے جس کو پسند کرے۔

اس آیت کے تحت امام خازن رقمطراز ہیں۔

فيظهره على مايشاء من الغيب حتى يستدل على نبوته بما يخبربه من المغيبات فذلك معجزة له وآية دالة على نبوته

اللہ تعالیٰ اپنی مشیت کے مطابق غیب عطا فرماتا ہے تاکہ غیب کی ان خبروں کی بنیاد پر نبوت پر استدلال کیا جاسکے اور یہ نبی کے معجزہ اور اس کی نبوت پر نشانی بن جائے۔

(لباب التاویل ۴=۳۱۹)

امام نسفی کے الفاظ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔

قدارتضاه لعلم بعض الغيب ليكون اخباره عن الغيب معجزة له فانه يطلعه على غيبه ماشاء

بعض غیوب کے لئے رسول کو منتخب فرماتا ہے تاکہ غیبی خبریں اس کے لئے معجزہ بن جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ جس قدر چاہے کسی کو اپنے غیب سے نواز دے۔

(مدارک التنزیل ،۴=۳۱۹)

۳۔ تیسرے مقام پر ارشاد فرمایا

وما هو على الغيب بضنين

اور یہ غیب پر بخل کرنے والے نہیں۔

(التکویر ،۲۷)

اس کے تحت امام علاء الدین علی خازن لکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے مبارک فرمان کا مقصد یہ ہے۔

ان يأتيه علم الغيب ولا يبخل به عليكم

آپ ﷺ کو علم غیب عطا ہوتا ہے اور اس میں کسی بخل سے کام نہیں لیتے۔

(لباب التاویل ،۴=۳۵۷)

۴۔ حضرت خضر علیہ السلام کے حوالے سے فرمایا

وعلمناه من لدنا علما

ہم نے انہیں اپنا خصوصی علم عطا فرمایا تھا۔

(الکہف،۶۵)

امام آلوسی اس سے مراد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وهو علم الغيوب واسرار العلوم الخفية

کہ اس سے غیوب اور مخفی علوم کے رموز مراد ہیں۔

(روح المعانی،پ۱۵)

امام بیضاوی نے بھی یہی لکھا ہے۔

وهو علم الغيوب

علم لدنی سے مراد غیوب کا علم ہے۔

(البیضاوی، پ ۱۵)

ان تمام آیات قرآنیہ کو سامنے رکھیئے تو یہ عقیدہ سامنے آتا ہے کہ غیب اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے لیکن جسے وہ اس پر خود مطلع فرمادے وہ بھی غیب سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ یہی مفہوم تمام مفسرین قرآن نے بیان کیا ہے، کچھ حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام عبدالعزیز بخاری رقمطراز ہیں۔

الاترى ان تلك الاية توجب حصر علم الغيب على الله تعالى ثم انه لا يمنع ان يعلم غير الله بتعليمه كما قال تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول

(کشف الاسرار ' ۳=۲۰۸)

تم نہیں دیکھتے اس آیت نے علم غیب کو صرف اللہ تعالی تک ہی محدود کرنا لازم کر دیا ہے' ہاں اس میں کوئی روک نہیں کہ اللہ تعالی کے علاوہ کوئی اس کی تعلیم سے آگاہ ہو جائے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے وہ غیب جاننے والا ہے اور اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا' ہاں اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے۔

۲۔ امام محمود آلوسی واضح کر رہے ہیں کہ جن آیات میں نفی ہے اس سے مراد بلاواسطہ غیب ہے اور جن میں اثبات ہے وہاں بالواسطہ ہے یعنی اللہ تعالی کی تعلیم سے جانتے ہیں۔

ولعل الحق ان يقال علم الغيب المنفى عن غيره جلا وعلا هو ماكان للشخص لذاته اى بلاواسطة فى ثبوته له هذا ممالا يعقل لاحد من اهل السموات والارض وما وقع للخواص ليس فى شى من هذا (روح المعانی، ۷=۱۱)

حق یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالی کے غیر سے علم غیب کی نفی ہے وہاں لذاتہ اور بلاواسطہ کی نفی ہے اور واقعۃً ایسا علم آسمانوں اور زمین میں کسی کو حاصل نہیں' ہاں خواص کو جو حاصل ہے تو وہ بلاواسطہ نہیں بلکہ واسطہ اور تعلیم الہی سے ہے۔

۳۔ امام احمد خفاجی آیات میں تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وهذا لاينافى الايات الدالة على انه لايعلم الغيب الاالله وقوله ولوكنت اعلم الغيب لاستكثرت من الخير فان المنفى علمه من غيرواسطة واما اطلاعه عليه باعلام الله له فامر متحقق بقوله تعالى فلايظهر على غيبه احدا الامن ارتضى من رسول

(نسیم الریاض، ۳-۱۵۰)

حضور ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا ان آیات کے منافی نہیں جن میں ہے کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا اسی طرح فرمان ہے اگر میں غیب جانتا' ہوتا تو بہت ساری خیر جمع کر لیتا کیونکہ جس علم کی نفی کی گئی ہے اس سے مراد بلاواسطہ (ذاتی) ہے۔ رہا اللہ تعالی کی اطلاع سے جاننا تو یہ متحقق اور ثابت امر ہے۔ خود باری تعالی کا فرمان ہے فرمان ہے "وہ اپنے" غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا ہاں اپنے رسولوں میں سے جس کو منتخب فرما لے۔

۴۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی رقمطراز ہیں۔

حاصل یہ ہے کہ امور غیبیہ کا علم مجھے صرف وحی کے ذریعہ ہو سکتا ہے جس معاملے کے متعلق وحی سے مجھے علم نہ ہو خواہ وہ میری ذات سے متعلق ہو یا امت کے مومن و کافر لوگوں سے اور خواہ وہ معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا اس کی مجھے خبر نہیں۔ امور غیبیہ کے متعلق میں جو کچھ کہتا ہوں وہ سب وحی الہی سے کہتا ہوں۔ چنانچہ قرآن کریم میں خود مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو بے شمار علوم امور غیبیہ کے متعلق عطا فرمائے ہیں "تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک" کا یہی مطلب ہے۔ امور آخرت' دوزخ' جنت' حساب و کتاب' سزا و جزا سے متعلق تو تفصیلات خود قرآن کریم میں بے شمار مذکور ہیں اور دنیا میں پیش آنے والے واقعات آئندہ کی بہت سی تفصیلات احادیث صحیحہ متواترہ میں رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ کا حاصل صرف اتنا ہے

کہ میں امور غیبیہ کے علم محیط میں خدا تعالی کی طرح نہیں اور ان کے علم میں خود مختار نہیں بلکہ مجھے بواسطہ وحی خداوندی جو کچھ بتلا دیا جاتا ہے وہ میں ذکر کر دیتا ہوں۔

(معارف القرآن، ۷=۲۹۷)

واضح رہے انبیاء سے مطلق غیب کے انکار کو امت نے کفر قرار دیا ہے۔ اس پر دو حوالہ جات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ شیخ سرفراز دیوبندی رقمطراز ہیں

آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی کے لئے بعض علوم غیبیہ کا عطا ہونا مسلم حقیقت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں (تنقید متین، ۱۹۷)

۲۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے تغییر العنوان میں لکھا۔

اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور ﷺ کے علوم غیبیہ جزیہ کمالات نبوت میں داخل ہیں اس کا کون انکار کر سکتا ہے۔

علم کس قدر عطا فرمایا؟

اس پر سارے متفق ہیں کہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو غیب پر مطلع فرمایا ہے رہا یہ معاملہ کہ کس قدر عطا فرمایا ہے اس میں بھی اپنی عقل سے کام لینے کے کے بجائے کتاب و سنت سے ہی پوچھ لینا چاہئے۔ جتنا وہ بتائے اس کو مان لینا چاہئے۔ آیئے قرآن مجید سے اس بارے میں پوچھئے تو ہمیں وہ آگاہ کرتا ہے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم

اے نبی ﷺ ہم نے تم کو وہ سب کچھ بتا دیا جو تم نہیں جانتے تھے۔ (النساء، ۱۱۳)

اس طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

ونزلنا علیک الکتاب تبیانا

اور ہم نے آپ کے اوپر جو کتاب نازل

کل شی

کی ہے وہ ہر شی کا بیان کرنے والی ہے۔

اوپر والی آیت میں "ما" اور اس آیت میں لفظ "کل" مرکز استدلال ہے اور تمام اصولین کا اتفاق ہے کہ یہ الفاظ عموم پر دال ہوتے ہیں۔

اس کی تفصیل سنت سے

ہم لفظ "ما" اور "کل" میں کس کو شامل کریں اور کس کو نکالیں۔ یہ بھی ہمیں کتاب و سنت سے ہی پوچھ لینا چاہئے۔ آیئے ہم وہ احادیث صحیح ذکر کئے دیتے ہیں جو اس مسئلہ کو حل کر دیتی ہیں اور کسی کو ان احادیث کے بارے میں کوئی اختلاف بھی نہیں، کیونکہ وہ تمام کی تمام بخاری و مسلم اور مسند احمد کی ہیں۔

ابتداء خلق سے لے کر دخول جنت تک کا علم

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تو اس میں آپ ﷺ نے

اخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلک من حفظه ونسیه من نسیه

ہمیں ابتداء خلق سے لے کر اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک آگاہ فرمایا۔ اسے یاد رہا جس نے یاد رکھا اور اسے بھول گیا جس نے بھلا دیا۔

(البخاری، ۱=۴۵۳)

اس کے تحت تین متفقہ محدثین کی آراء ملاحظہ کر لیجئے۔

اس حدیث پر امام طیبی لکھتے ہیں۔

دل ذلک انه اخبر عن جمیع احوال المخلوقات

یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ نے تمام مخلوقات کے احوال سے صحابہ کو آگاہ فرما دیا۔

(حاشیہ بخاری، ۱=۴۵۳)

۲۔امام ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ رقمطراز ہیں۔

ودل ذلک علی انه اخبرفی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات منذ ابتدائت الی ان تفنی الی ان تبعث فشمل ذلک الاخبار عن المبداء والمعاش والمعاد وفی تیسیرا یراد ذلک کله فی مجلس واحد من خوارق العادة امر عظیم ویقرب ذلک مع کون معجزاته لامریة فی کثرتها انه صلی اللّٰه علیه وسلم اعطی جوامع الکلم

(فتح الباری، ۶=۲۲۳)

یہ فرمان نبوی واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک ہی مجلس میں ابتداء خلق سے انتہا تک حتی کہ دوبارہ زندہ ہونے تک تمام مخلوق کا بیان فرما دیا اور اس میں مبداء دنیا اور آخرت بھی شامل تھی۔ مجلس واحد میں ایسا خلاف عادت ہو جانا عظیم معاملہ ہے۔ اس کے معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔

۳۔امام بدرالدین عینی فوائد حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وفیه دلالة علی انه اخبرفی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائها الی انتهائها وفی ایراد ذلک کله فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادة وکیف وقد اعطی جمع الکلم مع ذلک

(عمدة القاری، ۱۵=۱۱۰)

اس میں نشاندہی ہے کہ آپ ﷺ نے مجلس واحد میں ابتداء خلق سے لے کر انتہا تک تمام مخلوقات کے احوال کی خبر دیدی۔ مجلس واحد میں ایسا ہو جانا خلاف عادت اور امر عظیم ہے اور یہ کیوں نہ ہو آپ ﷺ کو جامع کلمات سے نوازا گیا ہے۔

ایسی روایات کی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ حضور ابتداء خلق سے لے کر دخول جنت تک کے معاملات سے آگاہ ہیں۔

عالم ماکان ومایکون

اس گستاخ کو آپ ﷺ کے عالم ماکان ومایکون ہونے پر بڑا دکھ ہے، باربار کہتا ہے یہ صرف اللہ تعالی کی ہی شان ہے۔ (ص ۶۱) آیئے ہم ایک حدیث صحیح ذکر کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ کی یہی شان علمی صحابہ کرام نے بیان کی ہے۔

حضرت ابوزید رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے ایک دن آپ ﷺ نے نماز جمعہ پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے، ظہر تک آپ ﷺ نے خطبہ دیا پھر ظہر کی نماز کے بعد عصر تک خطبہ ارشاد فرمایا۔ پھر اتر کر آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا حتی کہ سورج غروب ہو گیا۔

فاخبرنا بما کان وبما هو کائن فاعلمنا احفظنا

(المسلم، ۲=۳۹)

آپ ﷺ نے اس خطبہ کے ذریعے ہمیں ہر اس شی سے آگاہ فرمایا دیا جو ہو چکی تھی یا ہونے والی ہے۔ ہم میں سے جو زیادہ صاحب فہم تھا اس نے اسے زیادہ محفوظ کر لیا۔

قیامت تک کے معاملات ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللّٰه قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما

اللہ تعالی نے میرے لئے دنیا اس طرح سامنے کر دی کہ اس کے تمام گوشے سامنے آگئے تو میں اسے اور اس میں

انظر الی کفی ھذہ

تاقیامت ہونے والے واقعات کو اس ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

(المواہب مع زرقانی، ۷=۲۰۴)

ان روایات کی وجہ سے امت آپ ﷺ کو عالم ماکان وما یکون مانتی ہے۔ اور یہ الفاظ صحابہ کے ہیں۔

زمین و آسمان کی ہر شی کو جان و پہچان لیا

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت عبدالرحمٰن بن عاش رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ رب العزت نے مجھ پر کرم نوازی فرماتے ہوئے۔

وضع کفه بین کتفی حتی وجدت بردانامله بین صدری

میرے دونوں کاندھوں کے درمیان اپنا مبارک دست قدرت رکھا حتی کہ میں نے اپنے سینہ میں ٹھنڈک پائی۔

اس فیض کے بعد میری کیفیت یہ تھی۔

فتجلی لی کل شئی وعرفت

مجھ پر ہر شی روشن ہو گئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔

(مسند احمد، ۳=۲۴۳)

دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔

فعلمت مافی السموات والارض

تو میں نے آسمانوں اور زمین کی ہر شی کو جان لیا۔

(مشکوۃ المصابیح،)

اس کے تحت شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

عبارت است از تمام علوم کلی وجزئی واحاطہ آں

یہ الفاظ حدیث تمام علوم کلیہ و جزیہ اور ان کے احاطہ پر دلالت کر رہے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، ۱=۳۳۳)

امام ابن حجر مکی اس حدیث مبارکہ کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

ای جمیع الکائنات التی فی السموات بل وما فوقها کما یستفاد من قصة المعراج والارض هی بمعنی الجنس ای وجمیع مافی الارضین السبع بل وماتحتها کما افاده اخباره علیه السلام من الثور والحوت

آپ ﷺ نے تمام کائنات کو جان لیا جو آسمانوں میں ہے بلکہ اس سے اوپر سے بھی آگاہ ہو گئے، جیسا کہ واقعہ معراج سے مستفاد ہے۔ اور ارض کا لفظ بطور جنس آیا ہے یعنی سات زمینوں کو جان لیا بلکہ اس سے بھی نیچے جو حقائق تھے ان تمام کو بھی جان لیا جیسا کہ آپ ﷺ نے اس کے نیچے بیل اور مچھلی کی نشاندہی فرمائی۔

(مرقاۃ المفاتیح، ۲=۲۱۰)

صاحب مشکوۃ کے استاذ امام طیبی لکھتے ہیں۔

فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت مافیها من الذوات والصفات والظواهر والمغیبات

مجھ پر غیوب کے دروازے کھول دیئے گئے حتی کہ میں نے ان میں جو کچھ تھا مثلاً ذوات، صفات، ظواہر اور غیوب ان کو جان لیا۔

دنیا و آخرت کے تمام امور سے آگاہی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ وہاں ہی تشریف فرما رہے حتی کہ نماز چاشت ادا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ میں نے عشاء کے بعد اس کی حکمت پوچھی تو فرمایا۔

عرض علی ماهو کائن من

دنیا و آخرت میں ہونے والے تمام

امر الدنیا وامر الاخرۃ — امور کو میرے سامنے پیش کر دیا گیا۔

(مسند احمد' ۱=۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ حضور ﷺ کے علم شریف کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

لقد ترکنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وما یحرک طائر جناحیہ فی السماء الا ذکرنا منہ علما — ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں چھوڑا کہ آسمان میں کوئی پرندہ اڑتا تو اس کا علم بھی آپ ﷺ نے ہمیں بیان فرمایا۔

(مسند احمد' ۵=۱۵۳)

امام خفاجی وہ پہلے تو اس کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

رواہ احمد والطرانی وغیرھما بسند صحیح — امام احمد بن حنبل' امام طبرانی اور دیگر محدثین نے اسے صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اس کے بعد مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ کے الفاظ "مایحرک طائر جناحیہ" (جو پرندہ بھی حرکت کرتا) بتا رہے ہیں۔

وھو کنایۃ عن بیان کل شئی — کہ آپ ﷺ نے ہمیں ہر شی کے بارے میں بتا دیا تھا۔

(نسیم الریاض' ۳=۱۵۲)

شفاء کے محشی شیخ علی محمد بجاوی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔

(حاشیہ شفاء' ۱=۱۴۷)

اس طرح کی سینکڑوں احادیث کتب میں موجود ہیں۔ اس بارے میں ہماری کتاب صحابہ اور علم نبوی ملاحظہ کیجئے۔

امام قاضی عیاض نے خوب فرمایا

والاحادیث فی ھذا الباب بحر لایدرک قعرہ — اس سلسلہ میں احادیث کا ایک ایسا سمندر ہے جس کی گہرائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(الشفاء ۱=۱۷۴)

جب اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو دنیا و آخرت کے تمام امور سے آگاہ فرما دیا ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے تو اب جو روایت اس کے خلاف نظر آئے اس کی ایسی تاویل کی جائے جس سے علم مصطفی ﷺ پر حرف نہ آئے ورنہ ان تمام مذکورہ روایات کا جھوٹا ہونا لازم آتا ہے جو ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ ایسا سوچنا بھی لغو ہے۔

عدم توجہ اور ذھول ہو سکتا ہے

ہاں مختلف حکمتوں کے تحت نبی پر ذھول 'نسیان اور عدم توجہ ہو سکتی ہے۔

مخالف نے جو واقعات نقل کئے ہیں' محدثین و مفسرین اور اہل سیر نے اپنے اپنے مقام پر ان کے بارے میں ایسی متعدد حکمتیں بیان کر دی ہیں۔

اس جاہل و گستاخ کا حال تو یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کے پوچھنے کو بھی عدم علم پر محمول کرتا ہے حالانکہ پوچھنا عدم علم کو مستلزم نہیں ہوا کرتا بلکہ پوچھنے میں کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں' اگر پوچھنا عدم علم کو مستلزم ہو تو متعدد مقامات پر اللہ تعالی نے اپنے بندوں اور فرشتوں سے کئی چیزوں کے بارے میں پوچھا ہے' کیا وہاں بھی یہی کہا جائے گا۔ نعوذ باللہ وہ جانتا نہ تھا۔ کیا قرآن میں نہیں؟ اللہ تعالی نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا۔

وما تلک بیمینک یموسی — اے موسیٰ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا یہ میرا عصا ہے۔

تو یہ پوچھنا ہر حال میں عدم علم پر دلیل نہیں ہوا کرتا۔ اس طرح عدم توجہ بھی عدم علم کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ اصل میں یہ جاہل ان اصولوں سے آگاہ نہیں

بلکہ اس کے سینے میں حضور ﷺ اور حضور ﷺ سے محبت کرنے والوں سے بغض و عداوت ہے جس کی وجہ سے یہ رحمت اسے کہاں نصیب ہو سکتی ہے؟

آئمہ امت کا جواب

اس لئے آئمہ امت نے فرمایا ہے کہ جب احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے ابتداء خلق سے لے کر دخول جنت تک کا علم عطا فرما دیا ہے تو اب اس کے خلاف جو بھی واقعہ سامنے آئے گا یا تو عدم توجہ، نسیان یا ذھول کی صورت ہو گی یا وہ نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے کا واقعہ ہو گا کیونکہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہی آپ ﷺ کا علم بھی مکمل ہو گیا۔
(ملاحظہ ہو خالص الاعتقاد از فاضل بریلوی)(مقام نبوت و ولایت از علامہ غلام رسول سعیدی)

دو اہم امور

یہاں یہ دو باتیں ذہن نشین رہنی چاہئے۔
ا۔ اہل علم نے نبوت کا معنی ہی غیب پر مطلع ہونا کیا ہے۔ حضرت قاضی عیاض لکھتے ہیں۔

النبوة هی الاطلاع علی الغیب — نبوت غیب پر مطلع ہونے کو کہتے ہیں۔
(الشفاء، ۱=۱۶۱)

شیخ جمال الدین قاسمی (جسے غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں۔) نے بھی نبوت کا یہی معنی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (قواعد التحدیث)
۲۔ مفسرین کرام نے یومنون بالغیب کی تفسیر میں یہ بھی فرمایا ہم جن غیبی امور پر ایمان لاتے ہیں وہ تمام ہمیں نبی کے واسطے سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ امام قرطبی رقمطراز ہیں۔

الغیب کل ما اخبر به الرسول علیه السلام مما لا تهتدی الیه العقول من اشراط الساعة وعذاب القبر والمحشر والنشر والصراط والمیزان والجنة والنار

یہاں غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اطلاع ہمیں رسول اللہ ﷺ نے دی ہے جس تک ہماری عقول کی رسائی نہ تھی۔ مثلا شرائط قیامت، عذاب قبر، حشر، نشر، پل صراط، میزان، جنت اور دوزخ۔
(الجامع لاحکام القرآن، ۱=۱۱۵)

اس کے بعد نبی سے غیب کا انکار ظلم کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟

رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب

آخر میں ہم ایک دیوبندی فاضل مفتی محمد شفیع کے ایک اقتباس کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، وہ لکھتے ہیں۔
"جناب رسول اللہ ﷺ کے علم غیب کے متعلق تقاضائے ادب یہ ہے کہ یوں نہ کہا جائے کہ آپ ﷺ غیب نہیں جانتے تھے بلکہ یوں کہا جائے کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کو امور غیب کا بہت بڑا علم دیا تھا جو انبیاء میں سے کسی دوسرے کو نہیں ملا۔ (معارف القرآن، ۷=۶۹۶)
اگر امت اسی راہ کو اپنا لے تو افتراق و انتشار ختم ہو سکتا ہے۔

غیب کا اطلاق

ان تمام حوالہ جات سے یہ بھی آشکار ہو گیا کہ حضور ﷺ کے علم پر غیب کا اطلاق درست ہے قرآن مجید، احادیث اور اقوال امت تمام میں اس اطلاق کو روا رکھا گیا ہے حالانکہ یہ جاہل کہتا ہے۔
اگر کوئی ہستی غیب کی خبر بتائے جانے کے بعد بیان کرے تو اس پہ غیب کے جاننے کا اطلاق نہیں ہوتا (ص، ۴۲)

اصل یہ ہے کہ اسے علم ہی نہیں کہ غیب کسے کہتے ہیں اس لئے ہم غیب کی تعریف کیئے دیتے ہیں۔ تاکہ یہ اشکال بھی ختم ہو جائے۔

غیب کی تعریف

لغوی طور پر مخفی و پوشیدہ چیز کو غیب کہا جاتا ہے۔ مگر اصطلاحی طور اس کی تعریف یوں کی گئی ہے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔

مالا یقع تحت الحواس ولا تقتضیه بداهة العقل دانما یعلم بخبر الانبیاء علیهم السلام (المفردات : ۳۶۷)

ہر وہ چیز غیب کہلائے گی جو انسانی حواس کے قابو میں نہ آئے اور نہ ہی عقل کی تیزی سے معلوم ہو اور وہ صرف اور صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کے بتانے معلوم ہو۔

امام بیضاوی رقمطراز ہیں۔

الغیب الخفی الذی لایدرکه الحس ولا تقتضیه بداهة العقل (انوار التنزیل'۵۵)

غیب سے مراد وہ چیز ہے جسے انسان اپنے حواس کے ذریعے نہ پا سکے اور نہ ہی عقل کے ذریعہ سے

یعنی غیب سے مراد وہ چیز ہے جس کا حصول انسان اپنی عقل و حواس کی بنیاد پر کر ہی نہیں سکتا ہاں اس کا اگر حصول ہو گا تو فقط وحی کے ذریعہ ہی سے ہو گا مثلاً"جنت' دوزخ' پل صراط اور میدان محشر کی تفصیلات الغرض بے شمار ایسی چیزیں ہیں جن کا علم کسی کو بھی حواس و عقل کی بنیاد پر نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی ہو گا اس لئے امام راغب اصفہانی نے یہ فرما دیا۔

وانما یعلم بخبر الانبیاء علیهم السلام

غیب پر اطلاع حضرات انبیاء علیہم السلام کی خبر سے ہی ہوتی ہے۔

اور انہیں اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی ان معاملات سے آگاہ کرتا ہے۔ تو اب ان پر غیب کا اطلاق ہو گا کیونکہ یہ چیزیں ان میں سے ہے جنہیں ہم حواس کے ذریعے

حاصل نہ کرپاتے یعنی جس چیز کو یہ مقام حاصل ہو وہ غیب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی وہ حاصل ہوتی ہے۔ تو حاصل ہونے کے بعد بھی اس پر غیب کا اطلاق صحیح اور درست ہوتا ہے۔

غیب کی دو اقسام

بلکہ غیب کی تقسیم دو اقسام کی طرف کی گئی ہے۔ ایک قسم وہ غیب ہے۔ جس پر کوئی دلیل نہیں یہ علم غیب ذاتی ہے اور قرآن و سنت میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں سے غیب کی نفی کی گئی ہے وہاں یہی علم ذاتی مراد ہے۔ اور دوسری قسم وہ غیب ہے جس پر دلیل ہے مثلاً" ذات باری تعالیٰ' صفات' عالم برزخ' روز قیامت' حشرو نشر' حساب و جزا وغیرہ یہ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص نہیں امام بیضاوی یؤمنون بالغیب کی تفسیر میں غیب کی تقسیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وهو قسمان قسم لادلیل علیه وهوالمعنی بقوله تعالی وعنده مفاتیح الغیب لایعلمها الاهو وقسم نصب علیه دلیل کالصانع وصفاته والیوم الاخرة واحواله وهوالمراد به فی هذه الایة (انوار التنزیل' ۱=۵۵)

غیب کی دو اقسام ہیں ایک جس پر کوئی دلیل نہیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اور اس کے پاس غیب کی کنجیاں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ سے مراد یہی غیب ہے۔ اور دوسرا وہ غیب ہے جس پر کوئی دلیل ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس' اس کی صفات' روز قیامت اور اس کے احوال' اس آیت یومنون بالغیب میں یہی دوسری قسم مراد ہے۔

جب یہ دونوں غیب کی ہی اقسام ہیں تو دونوں پر غیب کا اطلاق ہو گا ایک کو غیب کہنا اور دوسری کو غیب سے خارج قرار دینا ضد اور ہٹ دھرمی تو ہو سکتی ہے

ہے لیکن اسے علم و دیانت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں ہم اس معاملہ پر بھی علماء کی عبارات نقل کر دیتے ہیں۔

بیضاوی کے محشی شیخ زادہ ان اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکلاالقسمین غیب بالمعنی المذکور	غیب کے مذکورہ معنی کے اعتبار سے یہ دونوں اقسام غیب ہیں

(حاشیہ شیخ زادہ ۱-۱۸۰)

امام فخر الدین رازی کی بھی سن لیجئے

فان قیل اتقولون العبد یعلم الغیب ام ل؟ء قلنا قدبینا ان الغیب ینقسم ای ماعلیه دلیل والی مالا دلیل علیه اماالذی لا لیل علیه فهو سبحانه وتعالی العالم به لاغیره واماالذی علیه دلیل فلا یمننع ان نقول نعلم الغیب مالناعلیه دلیل	اگر کوئی پوچھے کیا بندہ غیب جانتا ہے یا نہیں؟ تو ہم جواباً کہیں گے کہ پیچھے بیان ہوا کہ غیب کی دو اقسام ہیں ایک وہ جس پر دلیل ہو اور دوسری وہ جس پر دلیل نہ ہو تو جس پر دلیل نہ ہو اسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا اور جس پر دلیل ہے اس کے بارے میں کوئی رکاوٹ و منع نہیں کہ ہم کہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں جس پر ہمارے لئے دلیل ہے۔

(مفاتیح الغیب ۲٬=۲۸)

دیکھا کچھ سمجھ آئی امام رازی جیسے لوگ تو ہر مسلمان کے علم پر غیب کا اطلاق کر رہے ہیں کیا اس کے بعد بھی حضور ﷺ کے علم پر غیب کا اطلاق جائز نہیں؟ کچھ تو خوف خدا کیجئے۔

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ
وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

مسئلہ حاضر و ناظر

اس جاہل نے مسئلہ حاضر و ناظر پر بھی گفتگو کی ہے۔ حالانکہ اسے علم تک نہیں کہ امت مسلمہ کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے۔ آیئے پہلے ہم حاضر و ناظر کا عقیدہ واضح کریں کہ اس سے مراد کیا ہے؟

اس سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی کے ہاں اس بلند مقام پر ہیں کہ تمام کائنات کا ہتھیلی کی طرح مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ علمی طور پہ ناظر ہیں۔ اور جو ناظر ہوتا ہے اسے حکما" حاضر ماننا ضروری ہوتا ہے۔ مثلا" کسی واقعہ پر کوئی دور سے مشاہدہ کرنے پر گواہی دے تو اسے حکما واقعہ کی جگہ موجود ماننا ضروری ہوتا ہے۔ ورنہ اس کی گواہی قبول نہیں ہو گی تو آپ ﷺ حقیقتاً ناظر ہیں اور حکماً حاضر ہیں۔

اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آپ ﷺ جسمانی طور پر ہر مقام پر موجود ہیں۔ آیئے اس پر کتاب و سنت کے دلائل ملاحظہ کیجیے۔

ا۔ اللہ تعالی آپ ﷺ کے مقامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

یاایھا النبی انا ارسلنک شاھدا — اے نبی! ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ (الاحزاب '۴۵)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں قاضی شوکانی لکھتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتم' طبرانی' ابن مردویہ' خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھما سے یہ نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا۔

ہے جسے علم و دیانت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہاں ہم اس مسئلہ پر بھی علماء کی عبارات نقل کر دیتے ہیں۔

بیضاوی کے محشی شیخ زادہ ان اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وکلا القسمین غیب بالمعنی المذکور — غیب کے مذکورہ معنی کے اعتبار سے دونوں اقسام غیب ہیں

امام فخر الدین رازی کی بھی سن لیجیے

لاغیرہ واما الذی علیہ دلیل فلا یمتنع ان نقول نعلم الغیب ما لنا علیہ دلیل — نہیں جانتا اور جس پر دلیل ہے اس کے بارے میں کوئی رکاوٹ و منع نہیں کہ ہم کہیں کہ ہم غیب جانتے ہیں جس پر ہمارے لیے دلیل ہے۔

(مفاتیح الغیب ۲=۲۸)

دیکھا آپ نے کہ امام رازی جیسے لوگ تو ہر مسلمان کے علم پر غیب کا اطلاق کر رہے ہیں کیا اس کے بعد بھی حضور ﷺ کے علم پر غیب کا اطلاق جائز نہیں؟ کچھ تو خوف خدا کیجیے۔

شاهدا على امتک ومبشرا بالجنة ونذیرا من النار

تمہیں تمہاری امت پر گواہ' جنت کی بشارت اور دوزخ سے ڈرانے والا بنایا ہے۔ (فتح القدیر' ۴-۲۸۹)

امام ابوسعود حنفی اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہیں

شاهدا على من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم وتتحمل منهم الشهادة بما صدر عنهم من التصدیق والتکذیب وسائر ما هم علیه من الهدی فیما لهم وما علیهم (ارشاد العقل السلیم)

آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے ان سے پر گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ جن کی طرف آپ ﷺ رسول بنائے گئے ہیں آپ ﷺ ان کے احوال کے نگہبان ہیں' ان کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں' ان کے افعال مثلاً" تصدیق' تکذیب اور ہدایت و گمراہی کے بارے میں گواہ ہیں' روز قیامت آپ ﷺ کی گواہی ان کے حق میں یا ان کے خلاف مقبول ہو گی۔

آپ ﷺ کس پر شاہد ہیں اس کا جواب بھی خود قرآن مجید نے عطا فرمایا ہے۔

۲۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد فرمایا۔

ویکون الرسول علیکم شهیدا (البقرة' ۱۴۳)

اور رسول تم پر گواہ ہے

یہاں تو صرف امت مسلمہ پر گواہی کا تذکرہ ہے' آگے پڑھیے

۳۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

فکیف اذا جئنا من کل امة بشهید وجئنا بک على هؤلاء شهیدا (النساء' ۴۱)

وہ کیسا وقت ہو گا جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ ﷺ کو ان تمام پر گواہ بنا کر لایا جائے گا۔

اس آیت نے یہ واضح کر دیا کہ آپ ﷺ صرف اپنی امت پر ہی نہیں بلکہ سابقہ تمام امتوں پر گواہ ہونگے۔

مفسرین کی سن لیجئے

تمام مفسرین کرام نے بھی یہی بات کہی ہے۔ چند کی عبارات بھی ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ امام علاء الدین خازن المتوفی ۷۴۱ ھ رقمطراز ہیں کہ شاہد سے مراد یہ ہے۔

شاهدا على الخلق کلهم یوم القیامة (لباب التاویل' ۵=۲۶۶)

کہ آپ ﷺ روز قیامت تمام مخلوق پر گواہ ہونگے۔

۲۔ امام سید محمود آلوسی کہتے ہیں۔

ان اللّٰه تعالى اطلعه صلى اللّٰه علیه وسلم على اعمال العباد فنظر الیها فلذلک اطلق علیه علیه الصلوة والسلام شاہد قال جلال الدین قدس سرہ فی مثنویه

بلاشبہ اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو بندوں کے اعمال سے مطلع فرمایا ہے تو آپ ﷺ انہیں ملاحظہ کرتے ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ پر شاہد کا لفظ بولا گیا ہے۔ امام جلال الدین رومی قدس سرہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں۔

در نظر بودش مقامات العباد
زیں سبب نامش خدا شاہد نہاد

(چونکہ آپ ﷺ کی نگاہ میں تمام بندوں کے اعمال ہیں اس لئے اللہ تعالی نے آپ کا نام شاہد رکھا ہے۔) (روح المعانی' ۲۲-۴۵)

۳۔امام فخرالدین رازی لفظ شاہد کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

انه شاهد على الخلق يوم القيامة (مفاتیح الغیب' ۲۵=۲۱۶)

کہ آپ ﷺ روز قیامت تمام مخلوق پر گواہ ہونگے۔

امام بیضاوی کے الفاظ ملاحظہ کیجئے۔

کان الرسول علیه الصلوة والسلام کالرقیب المهیمن علی الله (انوار التنزیل')

رسول ﷺ کی اپنی امت پر نگہبان اور محافظ کی حیثیت ہے۔

قاضی شوکانی نے امام ابن جریر کے حوالے سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے اس آیت کی تفسیران الفاظ میں نقل کی ہے۔

وکذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس بان الرسل قد بلغوا (ویکون الرسول علیکم شهیدا) بما عملتم (فتح القدیر' ۱=۱۲۵)

(اور اس طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ) کہ رسولان کرام نے ان تک اللہ تعالی کا پیغام پہنچایا تھا (اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو جائے) کہ وہ تمہارے اعمال کے بارے میں گواہی دے۔

اس تفسیر میں حضور ﷺ کی گواہی اور امت کی گواہی کا دائرہ بھی متعین کر دیا کہ حضور ﷺ امت کے اعمال پر بھی گواہ ہونگے اور امت صرف سابقہ رسولوں کی پیغام رسانی پر گواہ بنے گی۔

گواہی کے لئے علم ضروری ہے

ہر باشعور آدمی جانتا ہے کہ گواہی کے لئے علم اور مشاہدہ ضروری ہوتا ہے۔ کوئی بن دیکھے گواہی نہیں دے سکتا تو ماننا پڑے گا کہ آپ ﷺ تمام کے احوال و

اعمال سے آگاہ ہیں۔

پیچھے مسئلہ علم غیب میں گزرا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

کانما انظر الی کفی هذه (المواهب مع زرقانی' = ۲۰۴)

میں تمام دنیا کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

وصال کے بعد کے بارے میں فرمایا۔

تعرض علی اعمالکم (کنز العمال ۱۱=۴۰۷)

تمہارے اعمال میری خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

نوٹ:۔اس حدیث کی صحت پر امام عبداللہ صدیق غماری کی کتاب نگاہ نبوت اور مشاہدہ اعمال امت کا مطالعہ کیجئے۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں۔

لیس من یوم الا تعرض علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم امته غدوة وعشیة فیعرفهم بسیماهم واعمالهم فلذلک یشهد علیهم یقول الله تبارک وتعالی فکیف اذ جئنا من کل امة بشهید وجئنابک علی هولاء شهیدا (الجامع لاحکام القرآن' ۵=۱۲۹)

حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں صبح و شام آپ ﷺ کی امت کو پیش کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ ان کے اعمال سے ان کو پہچانتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی شاہد ہے۔ وہ کیا وقت ہو گا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ ﷺ کو ان تمام پر گواہ بنائیں گے۔

حافظ ابن کثیر یہ روایت نقل کرنے کے بعد امام قرطبی کے حوالے سے یہی لکھتے ہیں۔

ان الاعمال تعرض على الله كل يوم اثنين وخميس وعلى الانبياء والاباء والامهات يوم الجمعة قال ولا تعارض فانه يحتمل ان يخص نبينا بما يعرض عليه كل يوم ويوم الجمعة مع الانبياء عليه وعليهم الصلوة والسلام

اعمال ہر پیر اور جمعرات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور انبیاء اور آباء و اجداد پر ہر جمعہ کو پیش ہوتے ہیں۔ اور فرمایا ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے آپ ﷺ پر ہر دن پیش ہوں اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جمعہ کے دن بھی پیش ہوں۔

(تفسیر ابن کثیر '۱=۴۹۹)

توانائیاں اور تصرفات

ایک بات ذہن میں یہ رکھنے والی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندے کی توانائیاں خود بن جاتا ہے۔ پھر اس کے تصرفات اپنے نہیں رہ جاتے بلکہ اس کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ کی جلوہ گری ہو جاتی ہے۔ اس پر بخاری شریف کی مشہور روایت شاہد ہے۔

مثلاً" قرآن میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک عالم امتی بڑی دور سے بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے میں لے آیا اور جب ایسا ہوا تو کہا

ھذا من فضل ربی — یہ میرے رب کا فضل ہے

(النمل '۴۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ پسینہ آیا ہوا تھا کسی نے عرض کیا آپ تو فاتح خیبر ہیں وہاں اتنی قوت' اور کھانا کھاتے پسینہ تو فرمایا یہاں کھانا کھانے میں میری ذاتی طاقت استعمال ہو رہی ہے لیکن خیبر کا گیٹ اٹھانے میں میرے مولیٰ کی طاقت تھی۔

حضور ﷺ کی توانائیوں میں کوئی شک نہیں

آپ ﷺ کائنات میں کسی اور کے بارے میں شک کر سکتے ہیں کہ اس کے تصرفات میں اللہ تعالیٰ کی توانائی شامل ہے یا نہیں۔ لیکن حضور ﷺ کے تصرفات میں شک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی توانائیاں اللہ تعالیٰ کی ہیں۔

چند مثالیں ملاحظہ کریجئے۔

اللہ کے ہاتھ

صحابہ نے جب آپ ﷺ کے دست اقدس پر بیعت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللّٰہ یداللّٰہ فوق ایدیھم (الفتح '۱۰)

جن لوگوں نے آپ ﷺ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

یہ اللہ نے پھینکے ہیں

ایک غزوہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے دشمنوں سے دفاع کی خاطر ایک مٹھ بھر کر سنگریزے پھینکے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ومارمیت اذرمیت ولکن اللّٰہ رمی (الانفال '۱۷)

نہیں پھینکے تو نے جب پھینکے ہیں مگر اللہ نے انہیں پھینکا۔

زباں اس کی بولتا اللہ ہے

آپ ﷺ کے مبارک نطق کے حوالے سے فرمایا۔

وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی (النجم '۴-۳)

اور یہ نہیں بولتے خواہش سے ان کا بولنا وحی ہی ہوتا ہے۔

الغرض جب آپ ﷺ کو تمام مشاہدہ حاصل ہے اور آپ ﷺ کے تصرفات و توانائیاں اپنی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہیں تو اس بناء پر امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے مرکز مدینہ طیبہ تشریف فرما ہیں اور ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ یعنی آپ ناظر (دیکھنے والے) ہیں اور جو دیکھنے والا ہوتا وہ حکما موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ حکما حاضر ہیں، تو عقیدہ یہ ٹھہرا کہ آپ ﷺ علمی اور روحانی طور پر حقیقۃ ناظر ہیں۔ اور حکماً حاضر ہیں اسے عقیدہ حاضر و ناظر کہا جاتا ہے۔

یاد رہے کوئی بھی صاحب علم آپ ﷺ کو جسماً حاضر و ناظر نہیں مانتا۔ اگر کوئی اہل محبت کے بارے میں ایسی بات کہتا ہے تو وہ اتہام بازی کا مرتکب ہو گا۔

اب کہنا کہ اگر آپ ﷺ حاضر و ناظر ہیں تو آپ ﷺ کا خلیفہ کیوں بنایا گیا؟ آپ ﷺ کے قائم مقام کیوں بنائے جاتے رہے، یہ سراسر عقیدہ سے جہالت پر مبنی بات ہے، جسم کے احکام اور ہوتے ہیں اور علمیت و روحانیت کے احکام اور ہوتے ہیں۔

اس عقیدہ پر اہم دلیل

اس عقیدہ پر امت مسلمہ کے پاس بہت اہم اور خوبصورت دلیل ہے کہ تمام کائنات کے گوشہ گوشہ پر روزانہ کتنی دفعہ اپنی اپنی نمازوں میں حضور ﷺ سے مخاطب ہو کر سلام عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

السلام علیک ایھاالنبی — اے نبی! ﷺ آپ ﷺ پر سلام ہو اور

ورحمۃ اللہ وبرکاتہ — اللہ کی رحمت اور اس کی طرف سے برکات کا نزول ہو۔

اور ان کلمات کی تعلیم خود رسالت ماب ﷺ نے دی ہے۔

اس جاہل نے اس اہم دلیل کو ختم کرنے کے لئے جو کہا اب ہم اس پر گفتگو کرنا چاہ رہے ہیں۔

صحابہ اور الفاظ تشہد

اس جاہل نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ آج جو تمام امت مسلمہ الفاظ تشہد "السلام علیک ایھا النبی" پڑتی ہے یہ غلط ہیں، بلکہ انہیں "السلام علی النبی!" پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ صحابہ نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد "السلام علیک ایھاالنبی" پڑنا ترک کر دیا تھا۔ اس کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

ان تمام روایات میں یہ بات آئی ہے کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد تمام صحابہ تشہد میں السلام علی النبی کہا کرتے تھے۔ یہ تبدیلی اس لئے کی گئی کہ آئندہ آنے والی نسلیں کہیں یہ عقیدہ نہ بنا لیں کہ نبی اکرم ﷺ حاضر و ناظر ہیں لیکن آپ ﷺ کی زندگی میں پڑھا اور سکھایا جانے والا تشہد عالم اسلام میں اس قدر پھیلا کہ صحابہ کرام کی طرف سے کی جانے والی تصحیح کے باوجود بدستور پڑھا جاتا رہا، جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ البتہ صحابہ کرام کی طرف سے جس خدشے کا اظہار کیا گیا تھا وہ بھی درست ثابت ہوا آج اس تشہد کو آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے۔

(مقام نبوت، ۷۷-۷۸)

اس ایک عبارت پر ذرا تحقیق نظر ڈال لیجئے تو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص کس قدر جھوٹا، چالباز، عیار و مکار اور گستاخ ہے۔

۱۔ اس کا یہ کہنا سراسر جھوٹ ہے کہ تمام صحابہ نے یہ الفاظ ترک کر دیئے تھے ہم ثابت کریں گے کہ "السلام علیک ایھاالنبی" پڑھنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔

۲۔ اس نے تبدیلی کی جو وجہ بیان کی ہے کہ آئندہ نسلیں اس بنا پر حاضر و ناظر کا عقیدہ نہ بنالیں سراپا عیاری و مکارنی ہے۔ ہمارا چیلنج ہے اس پر کوئی ایک ضعیف

سے ضعیف روایت یا کسی بزرگ کا قول بھی پیش نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ یہ عبارت اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر براہ راست تنقید بھی ہے اگر یہ الفاظ کسی طرح بھی غلط عقیدہ کی طرف لے جاتے ہوتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ یہ الفاظ پڑھنے کی ہرگز تعلیم نہ دیتے۔ جب انہوں نے خود اس کی تعلیم دی ہے تو ماننا پڑے گا یہ عین اسلام بلکہ بنیاد اسلام ہیں لہذا مصنف کی عبارت سراسر گستاخی پر مشتمل ہے۔

اس شخص کے یہ الفاظ کس قدر خطرناک ہیں کہ صحابہ نے اس کی تصحیح کی کوشش کی۔ کوئی مسلمان یہ سوچ رکھتا ہے کہ وہ اللہ و رسول ﷺ کے الفاظ کی تصحیح کرے یہ صحابہ پر تہمت نہیں تو کیا ہے؟

۴۔ مصنف یہ تسلیم کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں "السلام علیک ایھا النبی" پڑھا جاتا تھا تو کیا اس وقت صرف آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے والے ہی نمازی تھے؟ اس کے علاوہ نمازی نہ تھے۔ حالانکہ اہل مکہ، تبوک، طائف اور اطراف مدینہ میں تمام مسلمان نماز ادا کرتے اور یہی کلمات وہ پڑھا کرتے تھے جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ وہ علمی طور پر آپ ﷺ کو ناظر اور حکماً حاضر مانتے تھے۔

السلام علیک ایھا النبی پر اجماع صحابہ

آیئے ہم احادیث صحیح سے ثابت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی تمام صحابہ "السلام علیک ایھا النبی" ہی پڑھا کرتے تھے۔ آپ تو وصال کی بات کرتے ہیں، ہم دور فاروق اعظم میں دکھاتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کے ساتھ دوران خطبہ جمعہ تمام نمازیوں کو تشہد کی تعلیم دی اس میں "السلام علیک ایھا النبی" ہی کلمات تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری کا بیان ہے میں نے دوران خطبہ حضرت

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشہد سکھاتے سنا تو انہوں نے یہی الفاظ سکھائے "السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اس روایت کی سند بالاتفاق صحیح ہے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی، ۲۔۱۴۴)

پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ جب احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو جو تشہد سکھایا اس میں "السلام علیک ایھا النبی" ہی کے کلمات ہیں تو اس کے خلاف اگر بات ملتی ہے تو اسے مسترد کر دیا جائے گا کیونکہ آپ ﷺ کے سامنے دوسرے کی بات کہاں چل سکتی ہے۔

لہذا تمام امت مسلمہ کا "السلام علیک ایھا النبی" پڑھنا ہی صحیح ہے جو بھی اس کے خلاف کلمات پڑھتا ہے وہ غلط ہے۔

دو متفقہ بزرگوں کی رائے

آخر میں مسئلہ حاضر و ناظر پر ہم امت کے دو متفقہ بزرگوں کی رائے بھی نقل کئے دیتے ہیں۔

مسئلہ حاضر و ناظر میں اختلاف ہی نہیں

۱۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

ویا چندیں اختلافات وکثرت مناهب که درعلماء است که یک کس را دریں مسئله خلافے نسیت که آنحضرت صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بحقیقت حیات بے شائبه مجازو توہم تاویل

اور باوجود اس قدر اختلاف اور بکثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں ایک شخص کو بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے کہ حضور ﷺ بغیر شائبہ مجاز اور بلا توہم تاویل حقیقت حیات کے ساتھ آئمہ وباقی ہیں اور اعمال امت پر حاضر و ناظر ہیں اور طالبان حقیقت اور

دائم وباقی است بر اعمال امت حاضر و ناظر ومر طالبان راومتوجهان آن حضرت را مفیض و مربی است

متوجہ ہونے والوں کو فیض دیتے ہیں اور ان کی تربیت فرماتے ہیں۔

(اخبار الاخیار‘مع مکتوبات‘ ۱۵۵)

شیخ کا علمی مقام

شیخ اشرف علی تھانوی شاہ صاحب کے حوالے سے شفاعت کی دس اقسام بیان کرنے کے بعد بطور دلیل بیان کرتے ہیں "چونکہ شیخ عبدالحق رحمتہ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں اس لئے انہوں جو یہ دس قسمیں شفاعت کی لکھی ہیں کسی حدیث سے معلوم کرکے لکھی ہوں گی گو ہم کو وہ حدیث نہیں ملی مگرچونکہ شیخ کی نظر حدیث میں بہت وسیع ہے اس لئے ان کا یہ قول قابل تسلیم ہے۔ (اشرف الجواب‘ ۵۶۰)

وہی شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ مسئلہ حاضرو ناظر میں امت کا اختلاف ہی نہیں۔

مجدد امت خاتم المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

یعنی وباشد رسول شمابر شما گواہ زیراکه او مطلع است بنور نبوت بر رتبه ہر متدین بدین خود که در کدام درجه از دین من رسیده وحقیقت ایمان اوچیست

یعنی تمہارے رسول تم پر گواہ ہیں کیونکہ حضور ﷺ نور نبوت سے ہر دین دار کے اس مرتبہ پر مطلع ہیں جس تک وہ پہنچا ہے۔ اور اس سے بھی آگاہ ہیں کہ اس کے ایمان کی کیفیت کیا ہے اور اس حجاب سے بھی آگاہ ہیں

و حجابیے که بدان محجوب مانده است کدام است پس اووے شناسد گناہان شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبدشمارا واخلاص ونفاق شمارا ولهذا شهادت اودر دنیا وآخرت به حکم شرع درحق امت مقبول وواجب العمل است

جس کی وجہ سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تو حضور ﷺ تمہارے گناہوں‘ تمہارے درجات ایمان‘ تمہارے نیک و بداعمال اور تمہارے اخلاص و نفاق سے آگاہ ہیں اس لئے آپ ﷺ کی شہادت دنیا و آخرت میں امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

(تفسیر عزیزی پ ۲۔ ۵۱۸)

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی

اختیارات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس گستاخ نے حضور ﷺ کے اختیارات کو بھی چیلنج کیا ہے اور اس قدر غلط الفاظ استعمال کئے کہ انسان ڈر جاتا ہے۔

حالانکہ معاملہ صرف اس قدر ہے کہ ذاتی طور پر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، ہاں اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے پر انسان سب کچھ کر سکتا ہے اور سب سے زیادہ اختیارات کائنات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو عطا فرمائے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی قرآن مجید نے ذاتی اختیارات کی نفی کی ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کا بھی ساتھ ذکر فرمایا ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ماشاء اللّٰہ

اے حبیب! ﷺ فرما دیجئے میں اپنے ذاتی نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر اللہ تعالیٰ جو چاہے۔ (الاعراف،۱۸۸)

اس شخص کو پہلا جملہ تو دکھائی دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی عطا پر دال الفاظ نظر نہیں آتے۔

حضور ﷺ کے اختیارات کی جھلک

یہاں مقام تفصیل نہیں صرف آپ ﷺ کے اختیارات کی ایک جھلک سامنے لائی جا رہی ہے۔

۱۔ آپ ﷺ کے کہنے پر سورج پلٹ آیا۔

۲۔ انگلی مبارک کے اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

۳۔ آپ ﷺ کے کہنے پر درخت چل کر آئے اور آپ ﷺ کے نبی ہونے پر گواہی دینے لگے۔

۴۔ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حلت و حرمت کے معاملات سپرد کر دیئے۔ کیا ساری امت تسلیم نہیں کرتی کہ جس طرح قرآن سے حلال و حرام ثابت ہوتا ہے اسی

طرح سنت نبوی سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ہم اس موضوع پر متعدد احادیث صحیحہ اور اس کی تشریح میں آئمہ امت کے اقوال ذکر کئے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ اس بارے اسلام ہمیں کیا عقیدہ عطا کرتا ہے۔

۱۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

وانی قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض (بخاری ومسلم)

مجھے تمام زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئیں ہیں۔

شیخ المحدثین امام عبدالرؤف المناوی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

خص حبیبه باعطاء مفاتیح خزائن المواهب فلا یخرج منها شیء الا علی یده (فیض القدیر ۱۔ ۵۶۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو نعمتوں کے خزانوں کی چابیاں مخصوص کر دی ہیں، اب کوئی شی بھی ان سے نہیں نکلتی مگر آپ ﷺ کے ہاتھ سے۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین میں تصرفات سپرد کئے اور آپ ﷺ نے عاجزی کو پسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے اور شفقت فرماتے ہوئے

فعوض التصرف فی خزائن السماء برد الشمس بعد غروبها وشق القمر ورجم النجوم وافتراق السموات وحبس المطر وارساله وارسال الریاح وارسالها

اس کے عوض آسمانوں کے خزانوں میں تصرف عطا فرمایا مثلاً ”غروب کے بعد سورج کا لوٹنا، چاند کا دو ٹکڑے ہونا، آسمانوں کا پھٹنا، بارش کا برسنا اور رک جانا، ہواؤں کا چلنا، بادل کا سایہ وغیرہ کرنا۔

وتظلیل الغمام وغیر ذاک من الخوارق

(فیض القدیر ۱=۱۴۸)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلمات سے نوازا گیا، رعب و دبدبہ سے میری مدد کی گئی ہے اور میں سویا ہوا تھا۔

اتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی (المسلم ۱، ۱۹۹)

مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کرتے ہوئے میرے قبضہ میں دے دی گئیں۔

امام ابن حجر مکی آپ ﷺ کی ان احادیث کی تائید میں لکھتے ہیں۔

انه صلی اللّٰه علیه وسلم خلیفة اللّٰه الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی منهما من یشاء ویمنع من یشاء (الجوہر المنظم، ۴۲)

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں تو اللہ نے اپنے کرم کے خزانے اور نعمتوں کے دسترخوان آپ ﷺ کے قبضہ اور ارادہ کے تحت کر دیئے ہیں۔ آپ ﷺ ان میں جس کو چاہیں عطا فرما دیں اور جس سے چاہیں روک دیں۔

شارح بخاری امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

فهو صلی اللّٰه علیه وسلم خزانه السر وموضع نفوذ الامر فلا ینفذ امر الا منه ولا ینقل خیر الا عنه (المواہب مع زرقانی، ۳۴۱)

آپ ﷺ رازوں کا خزانہ ہیں اور امور کے نفاذ کا مرکز ہیں۔ ہر معاملہ آپ ﷺ ہی سے نافذ ہوتا ہے اور ہر چیز آپ ﷺ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ صحابی رسول ﷺ حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

میں رسول اللہ ﷺ کی رات کو خدمت کیا کرتا تھا ایک دن مجھے رسالت ماب ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ!

سل فقلت اسألک مرافقتک فی الجنة

میں آپ ﷺ سے جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں

فرمایا اس کے علاوہ بھی؟ عرض کیا حضور یہی کافی ہے فرمایا کثرت سجود کے ساتھ اپنی ذات کے حوالے سے میری مدد کرو۔ (المسلم، باب فضل السجود)

اس فرمان نبوی نے واضح کر دیا کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو کامل اختیارات سے نواز رکھا ہے۔ اگر انسان کے پاس اختیار ہی نہ ہو تو وہ کسی کو یہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ جو مانگنا ہے وہ مانگ لو اور پھر صحابی کا سوال بھی واضح کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کو جنت تک عطا کرنے کا اختیار اللہ تعالی نے دے رکھا ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہ عقیدہ نہ رکھتے ہوتے تو وہ ایسا سوال ہی نہ کرتے، پھر حضور ﷺ نے اس کا وعدہ فرما کر اپنے اختیار کی مہر ثبت فرما دی، ورنہ آپ ﷺ یہ فرما دیتے یہ کام مجھ سے اونچا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ بھی کچھ چاہیے تو وہ بھی مل جائے گا۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے اختیارات کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔
آپ نے اس حدیث کے تحت آئمہ امت کی عبارات بھی ملاحظہ کر لیں۔

آئمہ امت کی آراء

اس حدیث کے تحت استاذ المحدثین ملا علی قاری رقمطراز ہیں۔

ای اطلب منی حاجة لان هذا هو شان الکرام ولاکرم منه صلی اللّٰه علیه وسلم ویؤخذ من اطلاقه صلی اللّٰه علیه وسلم الی امر بالسوال ان اللّٰه

مجھ سے حاجت مانگو کیونکہ کریموں کی یہی شان ہوتی ہے۔ اور حضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی کریم نہیں، آپ ﷺ نے ہر شئی مانگنے کا حکم دیا جس سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ اللہ تعالی نے آپ

تعالی مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق ومن ثم عد ائمتنا من خصائصه صلی اللّٰه علیه وسلم انه یخص من شاء بما شاء کجعله شهادة خزیمة بن ثابت بشهادتین رواه البخاری وکتر خصیه فی النیاحة لام عطیة فی آل فلان خاصة رواه مسلم
(مرقاة المفاتیح، ۲=۳۲۳)

ﷺ کو اپنے تمام خزانوں کے عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آئمہ امت نے آپ ﷺ کا یہ خاصہ بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ جس کو چاہیں مخصوص فرما دیں مثلاً" حضرت خزیمہ کی شہادت دو کے برابر۔ جیسا کہ بخاری میں ہے۔ اور حضرت ام عطیہ کو آل فلاں میں نوحہ کرنے کی اجازت عطا فرمائی جیسا کہ مسلم میں مروی ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں اہل حدیث فاضل نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی پڑھ لیجئے۔

قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم سل معناه اطلب ای خیر شئت من خیر الدنیا والاخرة ویعلم من قوله صلی اللّٰه علیه وسلم سل مطلقا من غیر تقیید بمطلوب خاص ان الامر کله بید همته وکرامته صلی اللّٰه علیه وسلم یعطی ماشاء لمن شاء باذن دبه تعالی

حضور ﷺ نے فرمایا مانگو، اس کا معنی یہ ہے کہ دنیا و آخرت کی جو خیر چاہتے ہو مانگ لو، آپ ﷺ کے فرمان مطلق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی مخصوص شئی کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ تمام معاملہ ان کے مبارک ہاتھ میں ہے۔ عطا کریں جس کو جتنا چاہیں اللہ تعالی کے حکم سے۔

فان من جودک الدنیا وضرتها
ومن علومک علم اللوح والقلم

(دنیا و آخرت آپ ﷺ کی سخاوت کا حصہ ہے ۔ اور لوح و قلم کا علم آپ ﷺ کے علوم کا حصہ ہے۔) (منسک الختام:۲۷۶:۱)

آخر میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی بھی سن لیجئے۔

ان اکرم خلیفة اللہ علی اللہ ابوالقاسم صلی اللہ علیه وسلم

اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے مکرم خلیفہ آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

امام حاکم اسے نقل کر کے کہتے ہیں۔

هذا حدیث صحیح

یہ روایت صحیح ہے۔

(المستدرک ۴=۶۱۲)

کیا سب سے بڑا خلیفہ بے اختیار ہوتا ہے۔

انہی احادیث کی روشنی میں امت مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن وحکم سے حضور ﷺ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

قرآن اور انبیاء علیہم السلام کے اختیارات

یہاں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بندوں خصوصاً حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعدد اختیارات کا خود تذکرہ فرمایا ہے۔

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیارات اور علم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا۔

انی اخلق لکم من الطین کهیئة الطیر فانفخ فیه فیکون

میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک؟

طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمه والابرص واحی الموتی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وماتدخرون فی بیوتکم ان فی ذلک لایة لکم ان کنتم مومنین (آل عمران:۴۹)

مارتا ہوں تو وہ فوراً اللہ کے حکم سے پرندہ ہو جاتی ہے میں شفا دیتا ہوں پیدائشی اندھے اور سفید داغ والے کو اور میں مردے زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو بلاشبہ ان باتوں میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ درج ذیل اختیارات بیان فرمائے ہیں

۱۔ میں مٹی سے پرند بنا سکتا ہوں۔
۲۔ میں پیدائشی اندھوں کو شفا دے سکتا ہوں۔
۳۔ میں کوڑھ کے مریضوں کو شفا دے سکتا ہوں۔
۴۔ میں مردوں کو زندہ کر سکتا ہوں۔
۵۔ میں تمہاری کھائی ہوئی چیزوں کی خبر دے سکتا ہوں۔
۶۔ تمہارے گھروں میں جو کچھ جمع ہے وہ بھی بتا سکتا ہوں۔

کس قدر ظلم کی بات ہے کہ اگر یہی اختیارات انبیاء علیہ السلام کے سرتاج و سردار کے لئے مانیں جائیں تو کفرو شرک کا فتویٰ لگ جاتا ہے؟ جیسا کہ اس گستاخ نے کیا ہے۔

۲۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں ارشاد پڑھیئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قال رب اغفرلی وهب لی

ایسی حکومت و سلطنت عطا فرما کہ میرے

ملکا لاینبغی لا حد من بعدی انک انت الوہاب فسخرنا له الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیطین کل بناءوخواص وآخرین مقرنین فی الاصفاد هذا عطاء نا فامنن اوامسک بغیر حساب وان له عندنالزلفی وحسن ماب

(الصفت' ۳۵ تا ۴۰)

بعد کسی کو لائق نہ ہو بلاشبہ تو ہی ہے بڑی عطا والا' تو ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے نرم نرم چلتی جہاں وہ چاہتے اور جنات اختیار میں کر دیئے ہم معمار اور غوطہ خور اور دوسرے بیڑیوں میں جکڑے ہوتے یہ ہماری عطا ہے اب تم چاہو تو احسان کرو یا روک دو تم پر کوئی حساب نہیں اور بلاشبہ ان کے لئے بارگاہ میں ضرور قربٌ اور بہتر ٹھکانہ

دوسرے مقام پر اسی نبی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

ولسلیمان الریح غدوها شهرورواحها شهر و اسلناله عین القطرومن الجن من یعمل بین یدیه باذن ربه

(السباء' ۱۲)

اور سلیمان کے بس میں ہوا کر دی اس کی صبح کی منزل ایک مہینے کی راہ اور شام کی منزل ایک مہینے کی راہ' اور ہم نے اس کے لئے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہایا اور جنوں میں سے وہ جو اس کے آگے کام کرتے اس کے رب کے حکم سے

غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو کسقدر اختیار سے نوازا ہواؤں پر ان کی حکومت' دیوؤں اور جنات پر ان کی حکومت لہذا "عطاء نا فامنن اوامسک" فرما کر واضح کر دیا کہ اس میں انہیں کلی اختیار دیا گیا تھا' اگر ہماری بات پر اعتماد نہیں تو مولوی اشرف علی تھانوی کی سن لیجے۔ وہ اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی ہماری یہ عطا ہے۔ خواہ دو یا نہ دو آپ سے اس کے حقوق کے متعلق کوئی سوال اور باز پرس نہ ہو گی جس طرح چاہو تصرف کرو کلی اختیار ہے۔

(اشرف الجواب' ۴۵۲)

قرآن اور ایک ولی کا اختیار

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک ولی کا اختیار اور تصرف ان الفاظ مبارکہ میں بیان فرمایا کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو تخت بلقیس لانے کے بارے میں فرمایا۔

ایکم یاتینی بعرشها قبل ان یاتونی مسلمین

تم میں سے کون اس کا تخت ان کے مسلمان ہو کر میرے پاس آنے سے پہلے لائے گا۔

ایک جن نے اٹھ کر عرض کیا۔

انا اتیک به قبل ان تقوم من مقامک

میں لاتا ہوں آپ کی مجلس برخاست ہونے سے پہلے۔

فرمایا نہیں اس سے پہلے چاہیے۔

قال الذی عنده علم من الکتاب انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک

ایک آدمی نے کہا جس کے پاس کتاب سے علم تھا کہ میں اسے آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں۔

جب تخت سامنے دیکھا تو فرمایا۔

هذا من فضل ربی

یہ میرے رب کا فضل ہے۔

(النمل')

ان آیات مبارکہ سے درج ذیل فوائد سامنے آتا ہے۔

ا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اختیارات عطا

کرتا ہے۔

۲۔ جب جن نے کہا میں اتنے وقت میں لاتا ہوں تو فرمایا اس سے پہلے آنا چاہئے۔
یعنی آپ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑھ کر بھی اختیار دیا ہے۔

۳۔ اتنی مسافت سے تخت کا آجانا خود ولی کے تصرف پر قوی دلیل ہے۔

۴۔ یہ میرے رب کا فضل کہہ کر واضح کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر خصوصی فضل ہے کہ وہ انہیں تصرفات و اختیارات سے نوازتا ہے۔

بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے

اصل یہاں راز یہ ہے کہ مقرب بندے کی اپنی ذاتی توانائیاں رہ نہیں جاتیں بلکہ وہ باری تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ وہ اس کی خصوصی عطا فرمودہ توانائی سے دیکھتا، سنتا اور تصرف کرتا ہے۔ جیسے کہ صحیح حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بندہ جب میرا قرب پاتا ہے۔

بی یسمع وبی یبصروبی ینطق وبی یمشی

تو میرے نور سے سنتا، دیکھتا، بولتا اور چلتا ہے۔

امام فخر الدین رازی اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

هذا الخبر یدل علی انه لم یبق فی سمعهم نصیب لغیر اللّٰه ولا فی بصرهم ولا فی سائر اعضائهم اذ لو بقی هناک نصیب لغیر اللّٰه تعالیٰ لما قال انا سمعه وبصره

(مفاتیح الغیب)

یہ ارشاد مبارک اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ان بندگان مقربین کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضاء میں غیر اللہ کے لئے کوئی حصہ باقی نہیں رکھتا وجہ یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے غیر کے لئے کوئی یہاں حصہ باقی ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ ہرگز نہ فرماتا کہ میں ان کی سمع وبصر بن جاتا ہوں۔

یعنی مقرب بندے کی اپنی توانائیاں ختم، اس میں تصرف باری تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے امام رازی فرماتے ہیں۔

ولهذا قال علی بن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه واللّٰه ماقلعت باب خیبر بقوة جسمانیة ولکن بقوة ربانیة

(مفاتیح الغیب)

یہی وجہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے خیبر کا گیٹ اپنی جسمانی طاقت سے نہیں اکھاڑا بلکہ ربانی طاقت سے اکھاڑا تھا۔

اہم نوٹ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی توانائیاں اور تصرفات حاصل ہونے کے بارے میں کسی اور کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو ہو مگر آپ ﷺ کے بارے میں تو ہرگز شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرما دیا کہ ان کی توانائیاں میری توانائیاں ہیں، مسئلہ حاضر و ناظر میں اس کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔

لَاتَجعَلُوا دُعَآءَ الرَّسُولِ بَینَکُم
کَدُعَاءِ بَعضِکُم بَعضاً

مقام دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اس بد بخت نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی دعائیں مسترد کر دیتا ہے۔

آئیے کتاب و سنت کی روشنی میں اس بات کا جائزہ لیں۔

ہر بندے کی دعا

قرآن مجید تو یہاں تک بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کی دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (البقرۃ، ۱۸۶)

جب میرے بندے، میرے بارے میں آپ ﷺ سے سوال کریں تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو، جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔

وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین (المومن، ۶۰)

تمہارے رب کا فرمان ہے۔ مجھ سے مانگو میں قبول کروں گا یقیناً جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

ان آیات میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر بندے سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ جو کچھ بھی مانگے گا میں اسے عطا کروں گا۔ جب عام بندوں کا یہ حال ہے تو اس کے خصوصی بندوں کا اس کے ہاں کیا مقام ہو گا؟

صحابہ کا معمول

اس کا اندازہ آپ صحابہ کے معمول سے لگا لیں، جب بھی کوئی مشکل پیش آتی حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کرواتے، ان کا اس وقت کام ہو جاتا آیئے کچھ مناظر سامنے لاتے ہیں۔

منبر سے اترنے سے پہلے بارش

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے بارش نہیں ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک اعرابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارش نہ ہونے کی وجہ سے مال، باغات اور لوگ ہلاک ہو رہے ہیں۔

فادع اللہ لنا فرفع یدیہ

اللہ تعالی کے حضور ہمارے لئے دعا فرمایئے آپ (ﷺ) نے اس پر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔

حالانکہ اس وقت آسمان پر بادل نہ تھے، بس آپ ﷺ کے ہاتھ اٹھنے کی دیر تھی پہاڑوں کی طرح بادل آگئے اور برسنا شروع ہو گئے، ابھی آپ ﷺ منبر سے نیچے نہیں اترے تھے کہ داڑھی مبارک بارش سے تر ہو گئی اور پھر وہ بارش دوسرے جمعہ تک جاری رہی۔

پھر اعرابی اٹھا اور عرض کیا، ہم بارش کی وجہ سے ہلاک ہو رہے ہیں لہٰذا

ادع اللہ لنا فرفع یدیہ

ہمارے لئے دعا فرمایئے تو آپ (ﷺ) نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

اللھم حوالینا ولا علینا

اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش فرما لیکن ہم پر اب بارش نہ ہو۔

تو ہم نے دیکھا اس وقت تمام شہر مدینہ صاف ہو گیا اور ارد گرد بارش ہوتی

رہی۔ (بخاری و مسلم)

اس روایت مبارکہ سے چند امور حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ آپ ﷺ کے ہاتھ اٹھنے کی دیر تھی اللہ تعالی نے دعا قبول فرمائی۔

۲۔ فی الفور بارش شروع ہوگئی۔

۳۔ پھر وہ پورا ہفتہ جاری رہی اور اس وقت واپس ہوئی جب آپ ﷺ نے دوبارہ دعا کی۔

۴۔ فی الفور بارش رک گئی۔

۵۔ جیسے آپ ﷺ نے دعا کی اسی طرح بارش ہوتی رہی۔ شہر مدینہ صاف ہو گیا اور ارد گرد بارش جاری رہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی کی والدہ کا ایمان

ایک اور ایمان افروز واقعہ ملاحظہ کیجئے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے میری والدہ مشرک تھیں، میں نے انہیں کئی دفعہ اسلام کی دعوت دی مگر وہ نہ مانیں۔ ایک دن میں نے انہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے حضور ﷺ کی شان اقدس میں ایسے کلمات کہے جن کو میں زباں پر نہیں لا سکتا۔ میں روتا ہوا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ

لادع اللہ ان یھدی ام ابی ہریرۃ

میری والدہ کی ہدایت کے لئے دعا فرمایئے۔

آپ ﷺ نے میری فریاد سنی اور یہ دعا فرمائی۔

اللھم اھد ام ابی ہریرۃ

اے اللہ! ابوہریرہ کی والدہ کو ہدایت عطا فرما۔

اس کے بعد میرا حال یہ تھا۔

فخرجت مستبشرا بدعوة النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم — میں حضور ﷺ کی دعا سن کر خوشی خوشی گھر کی طرف نکلا۔

جب دروازے پر پہنچا' میری والدہ نے آہٹ سنتے ہی کہا' ابوہریرہ باہر ہی ٹھہرو' میں نے ان کے غسل کرنے کی آواز سنی 'میری والدہ نے جلدی غسل کر کے کپڑے پہنے اور دروازہ کھولا اور بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھا' میں نے فی الفور واپس ہو کر آپ ﷺ کو خوشی میں روتے ہوئے اطلاع دی تو فرمایا بہت خوب (المسلم)

اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا ہے کہ اللہ تعالی حضور ﷺ کی نہیں سنتا' غور تو کیجئے صحابی رسول ﷺ کا کس قدر پختہ عقیدہ ہے کہ ماں کتنی بڑی اسلام کی دشمن کیوں نہیں' لیکن اگر اللہ تعالی کے حبیب ﷺ نے دعا کر دی تو اس کی کایا پلٹ جائے گی اور پھر جب آپ ﷺ نے دعا فرما دی تو کوئی تذبذب نہیں کہ قبول ہوئی یا نہیں ہوئی بلکہ اسی وقت خوشی خوشی لوٹے کہ کام بن گیا کیونکہ انہیں مقبولیت دعا مصطفے ﷺ کا یقین کامل تھا۔

اور اس طرح کے ہزاروں واقعات ہیں مگر ہم یہاں قرآن کی ایک آیت اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ایک ارشاد گرامی نقل کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں۔

اللہ کے ہاں آپ ﷺ کی رضا کا مقام

اللہ تعالی ہرگز کسی کا محتاج نہیں اور نہ ہی وہ حاجت مند ہے بلکہ وہ شان بے نیازی کا مالک ہے۔ ہاں اپنے مقرب انبیاء' اولیاء کے ساتھ اس کی شفقت و کرم نوازی کی مثال نہیں ملتی' حضور سرور عالم ﷺ اس کے حبیب ہیں اس لئے ان پر کرم نوازی کی انتہا فرماتے ہوئے فرمایا۔

ولسوف یعطیک ربک فترضی (الضحی'۵) — اور یقیناً آپ (ﷺ) کا رب آپ (ﷺ) کو اس قدر عطا فرمائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کا قول

بخاری شریف میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا (جو ہر وقت آپ ﷺ پر اللہ تعالی کے لطف و کرم کی بارش ملاحظہ کیا کرتیں۔) کے بارے میں ہے کہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا۔

ماارى ربك الايسارع فى هواك (البخاری۲'۷۶۶) — میں نے آپ ﷺ کے رب کو آپ ﷺ کی آرزو پورے کرتے ہوئے جتنی جلدی کرتے ہوئے دیکھا اس کے علاوہ ایسی جلدی میں نہیں دیکھا۔

اس کے بعد بتائیے کیا یہ کہنے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کی نہیں سنتا؟

بغیر دعا کے تبدیلی قبلہ

بلکہ تبدیلی قبلہ کا واقعہ پڑھیے وہاں ابھی آپ ﷺ نے دعا بھی نہیں کی تھی تو اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی آرزو کی تکمیل فرما دی۔

امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ تبدیلی قبلہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

وفيه بيان شرف المصطفى صلى الله عليه وسلم وكرامته على ربه لاعطائه له ما احب من — یہ واقعہ اور حدیث اللہ تعالی کے ہاں جو حضور (ﷺ) کا مقام و مرتبہ ہے اسے واضح کر رہی ہے کہ بن مانگے اللہ تعالی

غیر تصریح بالسوال — نے آپ (ﷺ) کی چاہت کو پورا فرما دیا۔ (فتح الباری ۸۱)

جب بن مانگے اللہ تعالیٰ قبلہ جیسے اہم معاملہ میں آپ ﷺ کی خواہش کی تکمیل فرما رہا ہے۔ تو دعا کی صورت میں کس قدر عطا فرمائے گا۔؟

اپنی والدہ کے لئے دعا

اس مخالف نے یہ بھی نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنی والدہ کے لئے دعاء مغفرت کرنے کے لئے منع فرمایا اور اس کی اجازت نہ دی اور اسے دلیل بنایا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی سنتا ہی نہیں۔ (ص ۸۲) حالانکہ اس بے وقوف کو یہ علم ہی نہیں کہ دعا سے منع کرنے کی متعدد حکمتیں ہو سکتیں ہیں۔ اس مقام پر علماء امت نے یہ حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ امام جلال الدین سیوطی المتوفی ۹۱۱ھ اس پر دلیل دیتے ہوئے کہ آپ ﷺ کی اپنی والدہ ماجدہ کی مغفرت کے لئے دعا کی اجازت نہ ملنا والدہ کے کفر پر دلیل نہیں، کیونکہ ابتداء اسلام مقروض پر آپ ﷺ کو نماز جنازہ، پڑھانے اور اس کے لئے دعا کرنے کی اجازت نہ تھی حالانکہ وہ مسلمان ہی ہوتا۔

وعلل ذلک بان استغفاره یجاب علی الفور فمن استغفر له وصلی عقب دعائه وصل منزله الکریم فی الجنة والمدیون محبوس عن مقامه حتی یقضی دینه کما فی الحدیث نفس

اس کی حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ کی دعاء مغفرت فی الفور قبول ہو جاتی ہے۔ تو جس کے لئے آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور دعا کر دی وہ تو جنت میں پہنچ جائے گا حالانکہ مقروض کو دین کی ادائیگی تک وہاں رکنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ مومن کی جان

المومن معلقة بدینه حتی یقضی — قرض کی ادائیگی تک معلق رہتی ہے۔ (التعظیم والمنة ۱۵۲)

۲۔ دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے ذمہ کوئی گناہ نہ تھا اور دعا مغفرت گناہوں پر ہوتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ کو دعاء مغفرت کی اجازت نہ دی۔

حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ اجازت نہ دینے کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں۔

والدہ مکرمہ کے لئے حضور علیہ السلام کو استغفار کا اذن نہ ہونا بھی معاذ اللہ ان کے کفر کی دلیل نہیں بلکہ گناہوں سے پاک ہونے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ غیر نبی اور غیر رسول کے لئے استغفار کا لفظ اس کے حق میں گناہ کا وہم پیدا کرتا ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ایام فترت میں تھے اس لئے ان کی نجات کے لئے استغفار کے لئے اعتقاد توحید کافی تھا۔ کسی شریعت و احکام الٰہی کا اس وقت وجود نہ تھا جس کی وجہ سے کوئی گنہگار قرار پاتا اور اس سے ان کا بچنا ضروری ہوتا لہٰذا ان کے حق میں استغفار کا اذن نہ ہوا تاکہ کسی کا ذہن ان کے گناہ کا وہم پیدا نہ کرے۔ (مقالات کاظمی ۱، ۶۴)

یہ ہیں وہ لوگ جنہیں اسلام کا مطالعہ حاصل ہے اور مقام نبوت سے آشنا ہیں۔ دیکھا وہ کتنی خوبصورت حکمتیں بیان کر رہے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کی دعاؤں کو مسترد نہیں فرماتا۔

مانگو تو سہی

سب سے مشکل وقت روز قیامت ہے جب ہر شخص بلکہ ہر پیغمبر بھی نفسی نفسی کہہ رہا ہو گا۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ حالت سجدہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد

کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

یامحمد ارفع رأسک سل تعطه اشفع تشفع
(بخاری و مسلم)

اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ، تم مانگو عطا کیا جائے، تم شفاعت کرو تمہاری شفاعت کی جائے گی۔

غور کیا آپ ﷺ کے ہر سوال و دعا کو اللہ تعالیٰ پورا فرمانے کا وعدہ کر رہا ہے۔ پہلے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی ہر آرزو کو بہت جلد پورا فرماتا ہے۔

صحابہ کا عقیدہ

حضور ﷺ کی دعا کی قبولیت اور اثرات کے حوالے سے صحابہ کا عقیدہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ وہ کہا کرتے تھے جس کے لئے حضور ﷺ نے دعا فرما دی وہ صرف اس کے حق میں مقبول نہیں بلکہ اس کی اولاد در اولاد تک اس کے اثرات قائم رہتے ہیں۔

پشت در پشت اثرات

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے۔

کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اذا دعا لرجل ادرکت الدعوة ولده وولد ولده

رسول اللہ ﷺ جب کسی آدمی کے لئے دعا فرماتے تو اس دعا کے اثرات اس کی اولاد بلکہ اولاد کی اولاد تک جاری و ساری رہتے۔
(الشفاء، ۱=۴۵۵)

حضرت سعد مستجاب الدعوات بن گئے

آپ ﷺ کی مقبولیت دعا کا یہ عالم ہے۔ کہ آپ ﷺ کی دعا سے آپ ﷺ

کے ایک خادم و صحابی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات بن گئے۔ یعنی ان کی ہر دعا اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتے۔ ترمذی میں ہے حضور ﷺ نے یہ دعا کی۔

اللھم استجب سعد اذا دعاک
(نسیم الریاض، ۳=۱۱۸)

اے اللہ! سعد تجھ سے جب بھی دعا کرے اسے قبول فرما۔

اب صورت حال کیا تھی۔

فما دعا علی احد الا استجیب له
(الشفاء، ۱=۴۵۷)

وہ جب بھی کسی کے خلاف دعا فرماتے وہ مقبول ہو جاتی۔

یہ شان ہے خدمتگاروں کی سردار کا عالم کیا ہو گا؟

حضور ﷺ کی دعا کو اپنی دعا جیسا مت سمجھو

قرآن مجید میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا
(النور، ۶۳)

تم حضور ﷺ کی دعا کو ایسے نہ سمجھو جیسے تم ایک دوسرے کے خلاف کرتے ہو۔

ترجمان القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ واضح فرما رہا ہے۔ کہ اگر رسول ﷺ نے تمہارے خلاف دعا کر دی تم تو نہیں بچ سکو گے۔ کیونکہ

دعوة الرسول علیکم موجبة فاحنروها
(جامع البیان، ۱۸=۲۳۵)

حضور ﷺ کی تمہارے خلاف دعا مقبول ہے لہٰذا تم اس سے بچ جاؤ۔

امام خازن اس کے تحت لکھتے ہیں۔

قال ابن عباس رضی اللّٰہ عنھما یقول احذروا دعاء الرسول اذا اسخطتموہ فان دعاء ہ موجب لیس کدعاء غیرہ

(لباب التاویل، ۳=۳۶۵)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔ لوگو جب تم رسول کو ناراض کرتے ہو تو اپنے مخالف ان کی دعا سے بچ جاؤ کیونکہ ان کی دعا مقبول ہوتی ہے اور وہ دوسروں کی دعا کی طرح نہیں ہوتی۔

امام ابن جریر طبری سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکورہ تفسیر اور دیگر اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

واولی التاویلین فی ذلک بالصواب عندی التاویل الذی قالہ ابن عباس

(جامع البیان، ۱۸=۲۳۵)

اس کی صواب تفسیر وہی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذکر کی ہے۔

سب سے ماہر قرآن کا عقیدہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سب سے بڑے ماہر قرآن ہیں مذکورہ گفتگو سے ان کا عقیدہ یہ سامنے آتا ہے۔ کہ حضور ﷺ کی دعا مقبول ہے وہ مسترد نہیں ہوتی اور اسے ہرگز اوروں کی دعا کی طرح نہ سمجھا جائے۔

اس کے بعد تو وہی شخص اس کے خلاف بات کر سکتا ہے یا تو وہ اسلام کا مطالعہ نہیں رکھتا یا رکھتا ہے تو اس کا سینہ نفاق سے مالا مال ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ادب کی توفیق عنایت فرمائے۔

منافقین کے حوالے سے دعا

رہا معاملہ منافقین کے حوالے سے دعا کا تو اس کی وجہ ان کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

ذلک بانھم کفروا باللّٰہ ورسولہ (التوبۃ، ۵)

وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کفر اختیار کیا تھا۔

کیا محمد (ﷺ) کو سجدہ کروں؟

ان کے کفر و بے ادبی کی ایک مثال قرآن مجید نے یوں بیان کی ہے۔

واذاقیل لھم تعالوا یستغفرلکم رسول اللّٰہ لووارؤسھم ورأیتھم یصدون وھم مستکبرون

(المنافقون، ۵)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ بخشش کی سفارش کریں تو وہ اپنے سر جھٹک دیتے ہیں اور آپ دیکھیں گے کہ وہ تکبر کرتے ہوئے رک جاتے ہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت مفسرین نقل کرتے ہیں کہ بعض لوگوں نے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سے کہا جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں گناہوں کا اعتراف کرے سو وہ

یستغفرلک فلوی رأسہ لھذا الرأی

تیرے لئے بخشش کی سفارش کر دیں گے تو اس نے اس رائے کو ناپسند کرتے ہوئے سر جھٹک دیا۔

اور ان سے کہنے لگا۔

لقد اشرتم علی الایمان فامنت واشرتم علی بان اعطی زکوۃ مال ففعلت

تم نے مجھے ایمان لانے کا کہا میں ایمان لے آیا' تم نے مجھے زکوۃ کی ادائیگی کا کہا' میں نے ادا کردی۔

اب تو اور کچھ باقی نہیں رہا۔

الا ان تأمرونی بالسجود لمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اب تم مجھے محمد (ﷺ) کے سامنے سجدہ کا حکم دے رہے ہو؟

(روح المعانی 'پ۲۸= ۱۱۲)

بتائیے جن لوگوں کا ذہن اس قدر بگڑ چکا ہو انہیں معافی کیسے مل سکتی ہے۔؟ جو لوگ یہ کہہ رہے ہوں کہ حضور ﷺ کی سفارش اور وسیلہ کی ہمیں ضرورت نہیں تو پیش کردہ آیات مبارکہ کا معنی یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالی فرما رہا ہے کہ انہیں معافی نہیں دوں گا کیونکہ یہ میرے حبیب ﷺ کے بغیر معافی مل جانے کا تصور رکھتے ہیں تو اللہ تعالی نے انکار فرمادیا' کہ میں انہیں معافی نہیں دوں گا' خواہ میرا حبیب ﷺ بھی ان کے لئے دعا کرے۔ اس میں حضور ﷺ کی عظمت و شان کا بیان ہے نہ کہ آپ ﷺ کی دعا کو مسترد کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اگر اللہ تعالی انہیں معافی دیدے تو جنت میں وہ ابوبکر و عمر کو کہہ سکتے ہیں' دیکھا تم نبی کو مان کر جنت میں آئے ہو اور ہم اسے بغیر مانے آگئے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالی نے یہ راستہ ہی بند فرمادیا اور کہا بات اس کی بنے گی جو میرے حبیب ﷺ کا ہو کر آئے۔

دعائے نبوی (ﷺ) کے بارے میں مومن و منافق کی سوچ میں فرق

کتاب و سنت پر ایمان لانے والا ہر شخص یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو بہت ہی اہمیت دیتا ہے اور اسے قبول فرماتا ہے' مگر منافق اس میں مختلف حیلے اور کٹ حجتی اختیار کرتا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے حضرت حمزہ انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مقام حجر

میں ٹھہرے ہوئے تھے' آپ ﷺ نے ہمیں وہاں سے پانی اٹھانے سے منع فرمادیا' ہم وہاں سے جب دوسری منزل پر پہنچے تو وہاں پانی نہ تھا۔ صحابہ نے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد دعا کی۔

فارسل اللہ سحابۃ فامطرت علیہم حتی استسقوا منھا

اللہ تعالی نے بادل بھیجے جو خوب برسے حتی کہ صحابہ نے پانی حاصل کرلیا۔

ایک انصاری صحابی نے منافق سے کہا تجھ پر افسوس

قد تری مادعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فامطر اللہ علینا السماء

تو دیکھ نہیں رہا رسول اللہ ﷺ نے دعا کی تو اللہ تعالی نے اس کی برکت سے آسمان سے بارش نازل کردی۔

اس نے آگے سے کہا یہ نبی کی دعا کی وجہ سے نہیں۔

انما مطرنا بنوء کذا وکذا

یہ تو فلاں فلاں سبب کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔

(المظہری پ ۷ =۳۱۱')

یہی فرق آج سامنے آرہا ہے کہ اس نام نہاد "پروفیسر" نے منافقت والا طریقہ اپناتے ہوئے حضور ﷺ کی مقدس دعا کا تمسخر اڑایا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے

کتاب و سنت کی روشنی میں آئمہ امت نے حضور ﷺ کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علوم ظاہری اور علوم باطنی دونوں سے نوازا ہے۔ جس طرح حضرت خضر علیہ السلام باطن پر فیصلے کرتے اسی طرح آپ ﷺ کو بھی باطن سے آگاہ ہونے کی وجہ سے باطن پر فیصلہ کرنے کی اجازت تھی۔ رہا یہ کہ آپ ﷺ کے باطن سے آگاہ ہونے پر کیا دلیل ہے۔؟ تو یہ مسلمہ و متفقہ اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وصف و معجزہ کسی بھی نبی کو عطا فرمایا ہے وہ آپ ﷺ کو بھی عطا فرمایا بلکہ اس میں زیادہ شرف و کمال عطا فرمایا۔ جب حضرت خضر علیہ السلام باطن سے آگاہ ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ اس سے بطریق اولیٰ آگاہ ہونگے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے متعدد حکمتوں کے تحت کچھ فیصلے باطن پر بھی فرمائے۔

آیئے کچھ ایسے فیصلے ملاحظہ کیجئے

باطن پر فیصلے

ا۔ حضور ﷺ تیری حقیقت سے خوب آگاہ تھے۔

سنن نسائی، مستدرک، مسند ابویعلی اور معجم کبیر میں حضرت حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایسے شخص کو لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے صرف چوری کی ہے۔ فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو، پھر اس نے دوبارہ چوری کی جس سے اس کا دوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر اس نے سہ بارہ چوری کی اس کا پاؤں کاٹ دیا گیا، پھر اس نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں پھر چوری کی انہوں نے اس کا دوسرا پاؤں بھی کٹوا دیا، حتی کہ

اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ لیکن اس نے پانچویں دفعہ پھر چوری کی تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم اعلم بھذا حین قال اقتلوا

رسول اللہ ﷺ اس کی حقیقت خوب جانتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے پہلی ہی بار اس کے قتل کا حکم جاری فرمایا تھا۔

اس کے بعد فرمایا لے جاؤ اور اسے قتل کر دو۔

مشہور محدث امام خطابی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ چور کو قتل کی اجازت نہیں تو آپ ﷺ کا فرمان۔

وھو یدل علی انه کان یخیر بین الحکم الظاھر الشریعة وباطن الحقیقة

واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کو ظاہر اور باطن دونوں کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت و اختیار ہے۔

(الباہر فی حکم النبی، ۳۹)

۲۔ اگر یہ قتل کر دیا جاتا تو امت میں اختلاف نہ ہوتا

امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام ابو یعلیٰ اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا کہ آپ ﷺ کی خدمت میں صحابہ نے ایک آدمی کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا وہ جہاد کی خوب قوت رکھتا ہے اور عبادت میں محنت کرتا ہے۔ اتنے میں وہ آپ ﷺ کے سامنے سے گزرا آپ ﷺ نے فرمایا۔

انی لاری فی وجهه سفعة من الشیطان

میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ دیکھ رہا ہوں۔

اس نے پاس آکر سلام عرض کیا آپ ﷺ نے اس کے دل کی بات سے آگاہ کرنے کے لئے پوچھا

اجعلت فی نفسک ان لیس فی القوم احسن منک فقال نعم

کیا تو نے دل میں سوچا ہے کہ اس قوم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اس نے کہا، ہاں کہا ہے۔

وہ چلا گیا جب وہ مسجد میں نماز کے لئے داخل ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو جائے اور اس شخص کو قتل کر دے، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا میں جاتا ہوں جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر واپس آگئے اور عذر یہ عرض کیا آپ ﷺ نے نمازی کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے دوبارہ فرمایا کون ہے جو اسے جا کر قتل کر دے۔ سیدنا فاروق اعظم گئے اور نماز پڑھتے دیکھ کر واپس آگئے اور مذکورہ عذر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے تیسری دفعہ فرمایا کون ہے جو جائے اور اسے قتل کر دے۔ مولی علی رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا میں حاضر ہوں فرمایا

انت تقتله ان وجدته

اگر تم پاؤ گے تو قتل کرو گے؟

جب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ وہاں پہنچے تو وہ شخص وہاں سے جا چکا تھا آپ ﷺ نے فرمایا یہ میری امت میں پہلا اور آخری تھا اگر یہ قتل کر دیا جاتا تو میری امت میں اختلاف نہ ہوتا۔

اس طرح کے متعدد واقعات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

امام سیوطی کی کتاب

مجدد امت امام جلال الدین سیوطی نے اس موضوع پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جس میں انہوں نے بہت سارے واقعات ذکر کئے ہیں۔ اس کا نام "الباہر فی حکم النبی بالباطن والظاہر" ہے بحمد اللہ یہ کتاب ترجمہ کے ساتھ ہمارے ادارہ نے شائع کی ہے۔

ظاہر پر فیصلہ

جس طرح متعدد حکمتوں کے تحت آپ ﷺ باطن پر فیصلے فرماتے اسی طرح تاقیامت آنے والی انسانیت کو عدالتی نظام دینے کے لئے ظاہر پر فیصلے فرمائے اور جو آپ ﷺ کے ظاہری فیصلے تھے ان میں بھی تمام شرعی تقاضوں کو ملحوظ رکھا جاتا۔ ان میں ایک فیصلہ بھی ایسا نہیں جس میں کسی قسم کی شریعت کی خلاف ورزی پائی گئی ہو۔ ظاہر پر فیصلہ کرنے کی حکمت لکھتے ہوئے امام خفاجی فرماتے ہیں۔

اقتضت حکمة الله تعالی لنبیه علیه الصلوة والسلام ان یحکم بالظاهر لیقتدی به امته

اللہ تعالی کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ حضور ﷺ ظاہر کے مطابق فیصلہ کریں تاکہ امت اقتداء کر سکے۔

اس سے آگے چل کر لکھتے ہیں

فمن خصائصه صلی الله علیه وسلم انه یجوز له ان یحکم بعلمه وقد اطلعه الله تعالی علی کثیر من السرائر و المضمرات لکنه یوکد بالحکم لحکمة بها المذکوره وقدامر بعض الانبیاء بالحکم بالامور الباطنة کالخضر علی القول نبوته وهو الاصح کما مرلکنه لم یکن له امة تقتدی له

آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کے لئے اپنے علم کے مطابق فیصلہ کرنے کی اجازت تھی اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو کثیر مخفی امور اور رازوں سے آگاہ کر رکھا تھا۔ مگر حکمت مذکورہ (امت کی اقتداء) کے پیش نظر باطن پر فیصلہ کی (بعض اوقات) اجازت نہ ہوتی ہاں بعض انبیاء کو باطن پر فیصلہ کا حکم تھا مثلا حضرت خضر علیہ السلام جو اصح قول کے مطابق نبی ہیں لیکن ان کی امت ہی نہ تھی جو ان کی اقتدا کرتی۔

(نسیم الریاض ۴۰، ۲۶۳-۲۶۴)

یک اور مقام پر اسی حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں ر

وقدقرر ائمة الحدیث انه صلی الله علیه و آله وسلم له ان یحکم بالباطن احیانا کما یحکم بالظاهر وانه من خصائصه صلی الله علیه و آله وسلم وقد افرد السیوطی بجزء الفه فیه

(نسیم الریاض ۳=۱۲۵)

آئمہ محدثین نے یہ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کو بعض اوقات باطن پر فیصلہ کی بھی اجازت ہے جیسے کہ ظاہر پر فیصلہ کی اجازت ہے اور یہ باطن پر فیصلہ کرنا آپ ﷺ کے خصائص و امتیازات میں سے ہے۔ امام سیوطی نے اس موضوع پر باقاعدہ کتاب لکھی ہے۔

اب یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اگر آپ ﷺ کسی معاملہ کا فیصلہ ظاہر پر کرتے ہیں تو اس سے آپ ﷺ کا واقعہ سے نعوذ باللہ جاہل ہونا لازم نہیں آتا، بلکہ یہ سارا امت کی تعلیم و تربیت کے لئے ہے۔ الغرض آپ ﷺ جو بھی فیصلہ دیں خواہ وہ ظاہر پر یا باطن پر اس میں حکمت الہی کار فرما ہو گی کیونکہ آپ ﷺ کا فیصلہ عام لوگوں کی طرح ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اب اس گستاخ کی یہ عبارات پڑھیں اور دیکھیں یہ کس قدر مقام نبوت سے بے خبر ہے۔

۱۔ ایک صحابی کو جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ سچے تھے۔۔۔ قارئین کرام انصاف کیجئے حضرت زید بن ارقم ایک کم عمر اور معصوم صحابی تھے (ص ۲۲)

۲۔ ایک اور صحابی کو جھوٹا سمجھا حالانکہ وہ سچے تھے (ص ۶۲)

۳۔ آپ ﷺ نے ایک بیگناہ شخص کو زنا کے الزام میں سنگسار کرنے کا حکم دیا (ص، ۶۳)

غور کیجئے اسے صحابی کی معصومیت کا تو خیال آرہا ہے مگر اس ذات اقدس کی معصومیت بہا ہی نہیں رہی جس کی معصومیت کی ضمانت اللہ تعالی نے دی ہے۔ انہیں بار بار خلاف واقع بات کہنے والا قرار دے رہا ہے اور انہیں ایسے سمجھ رہا ہے

جیسے کوئی عام آدمی ہے۔ حالانکہ یہ وہ ہستی ہے جس نے اپنی زبان اقدس کے حوالے سے فرمایا تھا حالت مزاح میں بھی۔

واللّٰہ انی لا اقول الا حقا — اللہ کی قسم! میری زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔

آیئے ان لوگوں کی بات سنو جنہیں اس مبارک شخصیت کی کچھ نہ کچھ سمجھ آئی۔ امام خفاجی لکھتے ہیں۔

فلایصدر عنه صلی اللّٰه علیه وسلم امر یخالف مافی نفس الامر لانه معصوم فی اقواله وافعاله فی کل حال من احواله البشرية

آپ ﷺ سے نفس الامر کے خلاف واقع ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ ﷺ ہر حال میں معصوم ہیں۔ اپنے اقوال میں بھی اور افعال میں بھی۔

(نسیم الریاض، ۴-۲۶۵)

ہاں جو واقعہ بظاہر اس کے خلاف نظر آئے وہاں تحقیق سے کام لیا جائے تو معاملہ واضح ہو جاتا ہے مثلاً "اس شخص نے روایت ترمذی کا سہارا لیتے ہوئے حضور ﷺ پر یہ تہمت عائد کی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک بے گناہ شخص کو زنا کے الزام میں سنگسار کرنے کا حکم دے دیا (ص ۶۳)

روایت ترمذی پر علمی گفتگو

آیئے ہم اس روایت کے حوالے سے عالم اسلام کے عظیم محقق و محدث امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق سامنے لاتے ہیں پھر دیکھئے معاملہ کس قدر آشکار ہو جاتا ہے۔ مدرسہ دیوبند سے ایک طالب علم کے آئے ہوئے سوالات میں سے چوتھے کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ حدیث ترمذی جس سے محمد رسول اللہ ﷺ پر بھاری شدید اعتراض جمانا چاہا "وسیعلم الذین ظلموا

ای منقلب ینقلبون" اصول محدثین پر محل کلام اور اصول دین پر قطعاً حجیت سے ساقط ہے۔ ترمذی کے یہاں اس کے لفظ یہ ہیں۔

حدثنا محمد بن یحیی ثنا محمد بن یوسف عن اسرائیل ثنا سماک بن حرب عن علقمة بن وائل الکندی عن ابیه ان امرأة خرجت علی عهدالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم ترید الصلوة فتلقا ها رجل فتجعل لها فقضی حاجة منها فصاحت فانطلق ومربها رجل فقالت ان ذالک الرجل فعل بی کذا وکذا ومرت بعصابة من المهاجرین فقالت ان ذالک الرجل فعل بی کذا وکذا فانطلقوا فاخذوا الرجل الذی ظنت انه وقع علیها فاتوها فقالت نعم هو هذا فاتوبه رسول اللّٰه صلی الله علیه و آله وسلم فلما امر به لیرجم قام صاحبها الذی وقع علیها فقال یارسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم انا صاحبها فقال لها اذهبی فقد غفر اللّٰه لک وقال للرجل قولا حسنا وقال للرجل الذی وقع علیها ارجموه وقال لقد تاب توبة لوتابها اهل المدینة لقبل منهم هذا حدیث حسن غریب صحیح وعلقمة بن وائل بن حجر سمع من ابیه وهواکبر من عبدالجبار بن وائل عبدالجبار لم یسمع من ابیه۔

۱۔ وائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے علقمہ کے سماع میں کلام ہے۔ امام یحیی بن معین ان کی روایت کو منقطع بتاتے ہیں اور اسی پر حافظ نے تقریب میں جزم کیا۔ میزان میں ہے۔ علقمة بن وئل بن حجر صدق الا ان یحیی بن معین یقول روایته عن ابیه مرسلة۔ تقریب میں ہے۔ علقمة بن وائل صدوق الا انه لم یسمع من ابیه۔

۲۔ پھر سماک بن حرب میں کلام ہے۔ قال النسائی اذاانفروا باصل لم یکن حجة لانه کاز یلقن فتلقن ا ھ و قد انتقد

الحفاظ علی الترمذی تصحیحاته بل وتحسیناته کما بیناه
فی مدارج طبقات الحدیث او غیرها من تصانیفنا اور پر ظاہر کہ
اس حدیث کا مدار سماک پر ہے۔

۳۔ ابوداؤد نے یہ حدیث بعینہ اسی سند سے روایت کی اور اسی میں یہ لفظ
"لیرجم" جو منشاء اعتراض وہابی ہے اصلاً نہیں۔ اس کی سند یہ ہے۔

حدثنا محمد بن یحیی بن فارس نالقریابی نا اسرائیل
ناسماک بن حرب عن علقمة بن وائل من ابیه۔ اور محل احتجاج میں
لفظ صرف یہ ہیں۔ فقالت نعم هوهذا فاتوا به رسول الله صلی الله
علیه و آله وسلم فلما امر به قام صاحبها الذی وقع علیها فقال
یارسول الله انا صاحبها آخر میں ہے۔

قال ابوداؤد رواه اسبا حاط نصرا یضاعن سماک یہاں امر بہ
معلق ہے ممکن کہ تحقیقات کے لئے حکم فرمایا یہ بھی سہی کہ بقدر حاجت کچھ سخت
گیری کرو، قید کرو کہ اگر گناہ کیا ہو اقرار کرے کہ شرعاً متہم کی تعزیر جائز ہے۔
جامع ترمذی میں بسند حسن معاویہ بن عبد قشیری رحمتہ اللہ علیہ سے ہے۔

حدثنا علی بن سعید الکندی ثنا ابن المبارک عن معمر
عن بسر بن حکیم من ابیه عن جده ان النبی صلی الله علیه
و آله وسلم حبس رجلا فی تهمته ثم خلی عنه قال الترمذی و
فی الباب عن ابی هریرة حدیث بهز حدیث حسن وقدروی
اسمعیل بن ابراہیم عن بهز بن حکیم هذا الحدیث اهم من هذا
واطول اھ فقلت سند الترمذی حسن علی وبهز حکیم کلهم
صدوق ماشار الیه من روایة اسماعیل بن ابرہیم فقدر واها ابن
ابی عاصم فی کتاب العفو قال حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ثنا
ابن علیة عن بهز عن ابیه عن جده ان اخاه اتی النبی صلی الله

علیه و آله وسلم فقال جیرانی علی ماخذوا فاعرض عنه فاعاد
قوله فاعرض عنه دساق القصة قال فی اخرها خلو اله عن
جیرانه

(۴) امام بغوی نے مصابیح میں یہ حدیث ذکر کی اور اس میں سرے سے دوسرے شخص
کا جس پر غلطی سے تہمت ہوئی تھی (قصہ ہی نہ رکھا مصابیح کے لفظ یہ ہیں)

عن علقمة بن وائل عن ابیه ان امراة خرجت علی عهد
رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم تریدالصلوة فتلقاها
رجل فتحللها فقضی حاجته منها فصاحت وانطلق ومرت
عصابة من المهاجرین فقالت ان ذالک فعل بی کذا وکذا
فاخذوالرجل فاتوابه رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم فقال
لها اذهبی فقد غفر الله لک وقال للذی وقع علیها ارجموه وقال
لقد تاب توبة تابها اهل المدینة لقبل منهم۔ یہ بالکل صاف و بے
دغدغہ ہے۔ مشکوٰۃ میں اسے ذکر کر کے کہا۔ (رواہ الترمذی ابوداؤد)

۵۔ اس لفظ ترمذی میں اصل علت یہ ہے کہ اگر کوئی عورت دھوکے سے کسی مرد
پر زنا کی تہمت رکھ دے اور حاکم کے حضور نہ وہ مرد اقرار کرے نہ اصلاً کوئی
شہادت معائنہ گزرے چار درکنار ایک گواہ بھی نہوتا تو کیا ایسی صورت میں حاکم کو
رواہ ہے کہ صرف عورت کے نام لے دینے سے اس کے رجم و قتل کا حکم
دیدے، حاشا ہرگز نہیں، ایسا حکم قطعاً یقیناً اجماعاً قرآن عظیم و شریعت مطہرہ کے
بالکل خلاف اور صریح باطل و ظلم و خون انصاف ہے۔ اس سے کوئی شخص انکار
نہیں کر سکتا اور یہاں اسی قدر واقعہ تمہارے آئمہ کے یہاں مقبول ہے مگر
انقطاع باطن باجماع علم مردود، باطل و مخذول ہے۔ اگرچہ کیسی ہی سند لطیف
صحیح سے آئے نہ کہ یہ سند بوجوہ محل نظر ہے۔ سماک کے سوا اسرائیل میں
اختلاف ہے۔ اگرچہ راجح توثیق ہے۔ امام علی بن مدینی نے فرمایا اسرائیل

ضعیف۔ ابن سعد نے کہا "منهم من يستضعفه" یعقوب بن شیبہ نے کہا۔ "صالح الحديث في حديثه لين"۔ میزان میں ہے۔ "كان يحيى القطان لا يرضاه" ابن حزم نے کہا ضعیف اور ان کی متابعت کہ اسباط بن نصر نے کی ان کا مال تو بہت گرا ہوا ہے۔ تقریب میں کہا صدوق كثير الخطا يغرب اھ اما ما ھا ول به التقضي عنه في هامش نسخة الطبع اذا قال لعل المراد فلما قارب ان يأمر به وذالک قاله الراوى نظر الى ظاهر الامر حيث انهم احضروه في الحكمة عندالامام والامام اشتغل بالتفتيش عن حاله اھ فاقول لا يجدى نفعا ولا يبدى نافعا فان الا اشتغال بالتفتيش لا يفهم قرب الامر بالرجم مالم يكن هنالک شئ يثبته وما كان النبي صلى الله عليه و آله وسلم ليامر بقتل مسلم من دون ثبت فكيف يظهر للناظر قرب الامر بالرجم رجمابا لغيب بل نسبه مثل هذا الفهم الركيک الباطل الذى يترفع عنه اهاوالناس الى الصحابة رضى الله تعالى عنهم ثم ادعاء انهم اعتمدو اعليه كل الاعتماد حتى نسبوا الامر بالرجم الى رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم اذراء بالصحابة وهو يرفع الامان عن رواياتهم ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم

رابعاً یہ سب علم ظاہر کے طور پر تھا اور علم حقیقت لیجئے تو وہابیہ کا عجب اوندھا پن قابل تماشا ہے۔ وہ حدیث کہ حضور اقدس ﷺ کے علوم غیب پر روشن دلیل ہے۔ اسی کو الٹی دلیل نفی ٹھہراتے ہیں، اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب ﷺ کو شریعت و حقیقت دونوں کا حاکم بنایا۔ حضور ﷺ کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقت باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔

(ازاحۃ العیب، ۱۴ تا ۱۸)

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی

اللہ تعالی معبود ہے اور کائنات کی ہر شی عبد ہے، خواہ وہ انسان ہیں یا جنات و ملا ئکہ یا حجر و شجر۔ ملا ئکہ کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے۔

بل عباد مکرمون — بلکہ وہ اللہ تعالی کے مکرم بندے ہیں۔

(الانبیاء ۲۶)

ہر شی کو عبد قرار دیتے ہوئے فرمایا

ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا — آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ رحمن کی بارگاہ میں بحیثیت عبد حاضر ہو گا۔

(مریم ۹۳)

لیکن ان تمام میں مقرب و مکرم اللہ تعالی کے انبیاء و رسل ہیں اور ان تمام میں سب سے اونچا درجہ رسول اکرم ﷺ کا ہے۔ امام اہل محبت مولانا احمد رضا خاں قادری فرماتے ہیں۔

خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رسل ﷺ
اور رسولوں سے اعلی ہمارا نبی

آپ ﷺ کے اس مقام و مرتبہ پر کتاب و سنت میں جو دلائل ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ مقام عبدہ پر فائز ہیں اور یہ مقام کسی اور کو حاصل نہیں۔ عبد اور عبدہ میں جو فرق ہے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے مفکر اسلام علامہ محمد اقبال قادری نے فرمایا۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دیگر
ما سراپا انتظار او منتظر

(عبد اور ہوتا ہے اور عبدہ اور عبد انتظار کرتا ہے او عبدہ کا انتظار کیا جاتا ہے)

اسے محض شاعری صرف وہی کہہ سکتا ہے جو اسلام کی تعلیمات سے بالکل جاہل اور اندھا ہو ورنہ حبیب و کلیم میں فرق جاننے والا کبھی بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔ قرآن نے ان کے درمیان یہ فرق بیان کئے ہیں۔

کلیم اس شخصیت کو کہا جاتا ہے جو اپنے رب کی رضا چاہے ارشاد ہوتا ہے۔

وعجلت الیک رب لترضی (طہ، ۸۴)
اے میرے رب! میں نے تیرے پاس حاضر ہونے میں جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے۔

لیکن حبیب اس ذات کو کہا جاتا ہے جس پر اللہ تعالی کا اس قدر کرم ہو کہ وہ خود اس کی رضا چاہتا ہو اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے۔

۱۔ فلنولینک قبلۃ ترضھا (البقرۃ، ۱۴۴)
ہم ضرور آپ ﷺ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ ﷺ پسند کریں گے۔

۲۔ ولسوف یطیک ربک فترضی (الضحی، ۵)
اور آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا رب اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

۳۔ ومن اناء ی اللیل فسبح واطراف النھار لعلک ترضی (طہ، ۱۳۰)
رات کے کچھ اوقات اور دن کے کناروں میں تسبیح کیجئے تاکہ آپ ﷺ راضی رہیں۔

رہا اس جاہل گستاخ کا یہ کہنا کہ عبدہ کا لفظ حضرت زکریا علیہ السلام کے لئے بھی قرآن میں آیا ہے لہذا حضور ﷺ کے ساتھ خاص نہیں، سراسر مقام مصطفیٰ ﷺ اور قرآن کے مفاہیم سے جہالت ہے۔ اگر اس نے کسی بھی تفسیر کا مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی بات ہر گز نہ کہتا۔ یہ بات خود اس نے مانی ہے کہ قرآن میں لفظ عبدہ سات بار آیا ہے۔ چھ دفعہ آپ ﷺ کے لئے اور ایک دفعہ حضرت زکریا کے لئے (ص، ۹۷)

آیئے فرق سنئے

آئمہ امت نے ان کے درمیان فرق کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ جب یہ لفظ عبدہ حضور ﷺ کے لئے بولا گیا تو وہاں اس کے بعد آپ ﷺ کا اسم مبارک نہیں لیا گیا۔

۱۔ آپ ﷺ کا واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

سبحن الذی اسری بعبدہ لیلا (الاسراء، ۱)
عیوب و نقائص سے وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کروائی۔

۲۔ دوسرے مقام میں اس موقعہ پر اللہ تعالی سے ہمکلامی کا شرف پانے کا بیان ان الفاظ میں کیا۔

فاوحی الی عبدہ مااوحی (النجم، ۱۰)
اس نے وحی کی اپنے بندے کی طرف جو کرنا تھی۔

۳۔ آپ ﷺ کی عالمگیر نبوت و رسالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا (الفرقان، ۱)
بزرگ و برتر ہے وہ ذات جس نے قرآن نازل فرمایا اپنے بندے پر تاکہ تمام جہانوں کو خبردار کر دیں۔

۴۔ سورۃ ! لکیف کی ابتداء میں فرمایا۔

الحمدللہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب (الکھف، ۱)
شکر کا سزاوار ہے اللہ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی۔

۵۔ سورہ زمر میں ارشاد ربانی ہے۔

الیس اللہ بکاف عبدہ (الزمر، ۳۶)
کیا اللہ تعالی اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

۶۔سورہ حدید میں فرمان الٰہی ہے۔

هوالذی ینزل علی عبده آیت بینت

وہی ذات ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل فرماتا ہے۔

(الحدید، ۹)

آپ نے ملاحظہ کیا یہاں ہر مقام پر عبدہ کے بعد آپ ﷺ کا نام نہیں لیا مگر حضرت زکریا علیہ السلام کو عبدہ کہا تو ان کا ساتھ نام بھی لیا۔ ارشاد ہوتا ہے

ذکر رحمت ربک عبده زکریا (مریم، ۲)

یہ تیرے رب کی رحمت کی یاد دہانی ہے جو اس نے اپنے بندے زکریا پر کیا۔

آخر سوچئے تو سہی کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اتنے مقامات پر آپ ﷺ کا نام نہیں لیا جا رہا جبکہ حضرت زکریا کا نام لیا جا رہا ہے تو اس میں حکمت یہی ہے کہ مقام عبدہ اس قدر آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے کہ یہ بولتے ہی ذہن آپ ﷺ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لیکن اگر یہ لفظ کسی اور کے لئے بولا جائے تو وہاں اس شخصیت کا نام لینا ضروری ہو گا تاکہ پتہ چلے کہ یہاں وہ مراد ہیں۔ جب خود باری تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں واضح فرق رکھا ہے تو اب اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، اس کے بعد کسی اور حوالہ کی ضرورت باقی رہ جاتی مگر ہم مفسرین کا حوالہ دیدیتے ہیں۔

مشہور مفسر قرآن شیخ زادہ اسی قرآنی امتیاز کی بنا پر لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات تو وجود حق میں فنا تھی ہی مگر آپ ﷺ کا نام بھی فنا ہو چکا ہے۔

هوالحر المعتقق عن عبودية الموجودات ورق وجوده فلهذا سماه الله تعالی بعبد

آپ ﷺ عبودیت موجودات اور وجود کی قید سے کاملاً آزاد و بالاتر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی دیگر

عبرفیها اسمه ورسمه اسماما یسمی به احدا من خلقه الا واشعر ببقاء اسمه ورسمه کما قال عبده زکریا

مخلوق کی عبدیت کے ساتھ اس کا نام و نشان ذکر کیا مگر آپ ﷺ کی عبدیت کے بعد نام و نشان کا ذکر تک نہ فرمایا۔

(شرح قصیدہ بردہ، ۱۷۰)

یعنی باقی انبیاء کے اسماء کا ذکر اور آپ ﷺ کے اسم مبارک کا عدم ذکر بتا رہا ہے کہ حضور ﷺ کی ہستی وجود حق میں اس طرح فنا ہو چکی ہے کہ نام بھی باقی نہ رہا۔

اس پر حدیث شفاعت کے حوالے سے تائید ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ومن ههنا یقول کل نبی یوم القیامة نفسی نفسی لبقاء وجودهم وهو صلی الله علیه وسلم یقول امتی امتی لفناء وجوده

(شرح قصیدہ بردہ، ۱۷۰)

چونکہ انبیاء کا وجود باقی ہے اس لئے وہ روز قیامت نفسی نفسی (میری ذات میری ذات) کہیں گے اور حضور ﷺ کاملاً فنا ہو چکے ہیں اس لئے آپ ﷺ امتی امتی (میری امت، میری امت) فرمائیں گے۔

اگر ذہن کے کسی گوشہ میں اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کے ساتھ محبت و الفت ہوتی تو کبھی بھی ایسی بات زبان پر نہ آتی مگر سچ یہ ہے کہ جو کسی کے اندر ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلاً فَاَغْنٰى

حضور ﷺ کا فقر اختیاری

اس گستاخ نے اپنی کتاب کے ص ۸۶ اور ص ۸۷ پر آپ ﷺ کے فقر کا تمسخر اڑاتے ہوئے اسے اضطراری قرار دیا' حالانکہ کتاب و سنت کی روشنی میں تمام امت کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ کا فقر ہر گز اضطراری نہ تھا بلکہ آپ ﷺ نے اسے خود پسند فرما رکھا تھا' لہٰذا آپ ﷺ کے فقر کو آپ ﷺ کی مجبوری قرار دینا سراسر اسلام کے منافی ہے۔ آیئے اس سلسلہ میں کچھ آیات اور احادیث کا مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا

سورۃ الضحیٰ میں جہاں آپ ﷺ کی دیگر شانیں اور مقامات کا بیان ہوا وہاں یہ بھی فرمایا

ووجدک عائلا فاغنی — اور (اللہ تعالیٰ) نے تجھے محتاج پایا تو غنی کر دیا۔ (الضحیٰ'۸)

جب اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ میں نے اپنے حبیب ﷺ کو غنی کر دیا ہے تو اس کے بعد آپ ﷺ کو فقیر و محتاج قرار دینا سراسر آپ ﷺ کی گستاخی ہے۔

غنی کر دینے والے ہیں

قرآن مجید نے صرف آپ ﷺ کو غنی ہی قرار نہیں دیا بلکہ دوسروں کو غنی کر دینے والا بھی فرمایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وما نقموا الا ان اغنهم اللّٰه ورسوله من فضله — اور انہیں نہیں برا لگا مگر یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیا۔ (التوبۃ'۷۴)

سوچئے جو خود غنی نہ ہو وہ دوسرے کو غنی کیسے کر سکتا ہے؟ رہا یہ معاملہ کہ آپ ﷺ کی ظاہری حیات فقر میں گزری تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ﷺ کی مجبوری تھی بلکہ اس حالت کو خود پسند فرمالیا تھا۔

چاہوں تو پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ ساتھ چلیں

اسی لئے حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے منقول ہے آپ ﷺ نے مجھے مخاطب ہو کر فرمایا

لوشئت لسارت معی جبال الذہب (مشکوۃ المصابیح، ۵۲۱)

اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔

امام طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن مقام صفا پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے، جبرائیل امین حاضر ہوئے، اہل بیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا! آج ان کے ہاں ایک مٹھ جو بھی نہیں، ابھی بات مکمل ہی ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے آسمان سے آواز سنی، جبرائیل امین نے فرمایا کہیں اللہ تعالی نے قیامت کے بارے میں تو نہیں فرما دیا۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ معاملہ ایسے نہیں بلکہ اس نے حضرت اسرافیل کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ حضرت اسرافیل حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کی گفتگو سماعت کی اور مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔

ان اعرض علیک اسیر معک جبال تہامہ زمردا ویاقوتا وذہبا و فضۃ فان شئت نبیا ملکا وان شئت نبینا عبدا

(جمع الوسائل ۲=۱۸۹)

میں یہ پیش کش کروں کہ آپ ﷺ کے ساتھ مکہ کے پہاڑ زمرد، یاقوت اور سونا چاندی بن کر چلیں اب آپ ﷺ کی مرضی ہے نبی ملک بن جائیں یا نبی عبد۔

تو آپ ﷺ نے نبی عبد بننا پسند فرمایا۔

کتاب و سنت کی انہی ہدایات کے پیش نظر امت کے علماء نے یہ فیصلہ دیا۔

لایجوز ان یقال لہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیر اومسکین وھواغنی الناس باللہ لاسیما بعد قولہ تعالی ووجدک عائلا فاغنی

(نسیم الریاض، ۴-۳۳۶)

کہ آپ ﷺ کو کبھی فقیر و مسکین نہ کہا جائے، آپ ﷺ تو تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی ہیں۔ خصوصاً جب اللہ تعالی نے فرما دیا اس نے آپ ﷺ کو غنی کر دیا۔

حضور ﷺ کے غنائے قلب کا حال

یہاں ہم شیخ اشرف علی تھانوی کا ایک اقتباس بھی نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو حضور ﷺ کو غنائے ظاہری کی ضرورت نہ تھی اور جو اصل غنا ہے یعنی غنائے قلب، تو وہ آپ ﷺ کے پاس فطرت سے موجود تھی اور نبوت کے بعد اس میں اس قدر ترقی ہوئی کہ کسی کو بھی آپ ﷺ کے برابر غنائے قلب حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ اس کا مدار توکل اور تعلق مع اللہ پر ہے اور ان صفات میں حضور ﷺ سے زیادہ کوئی کامل نہیں۔ اس لئے آپ ﷺ کے غنائے قلب کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا، بلکہ ظاہری غنا سے تو اہل قلب کو پریشانی ہوتی ہے اور اس کے حقوق کا خیال کر کے یہ پریشانی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ اسی کے ازالہ کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو فرمایا ہے۔

"ھذا عطاؤنا فامنن اوامسک بغیر حساب" اس کی دوسری تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ "ہذا" مبتدا "عطارنا" خبر اول بغیر حساب خبر ثانی یہ ہماری عطا ہے اور بے حساب یعنی بے شمار "بغیر حساب" سے کثرت کا بتلانا مقصود

ہے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ "بغیر حساب" معمول ہے۔ "فامنن اوامسک" کا یعنی یہ ہماری عطا ہے خواہ دو یا نہ دو۔ آپ سے اس کے حقوق کے متعلق کوئی سوال اور باز پرس نہ ہو گی، جس طرح چاہو تصرف کرو، کلی اختیار ہے۔ دوسری تفسیر مجھے زیادہ پسند ہے۔ اور واقعی سلیمان علیہ السلام کے لئے اتنی بڑی سلطنت اور اس کا سازوسامان خارجان ہو جاتا اگر ان کی تسلی اس طرح نہ کی جاتی۔ جب "بغیر حساب" فرما کر بار غم ہلکا کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے بے فکری سے سلطنت کی۔ اس سے ظاہرا سامان کی کثرت کا موجب پریشانی ہونا ثابت ہو گیا تب ہی تو ان کا ازالہ کیا گیا۔ اسی واسطے جب حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اختیار دیا کہ چاہے ملک ہونا اختیار کرلیں یا نبی ہونا اختیار کر لیں۔ حضور ﷺ نے نبی عبد ہونا اختیار کیا۔ اگر آپ بھی نبی ملک ہونا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ سے بھی یہی ارشاد ہوتا "ھذا عطاء نا فامنن اوامسک بغیر حساب" اور اس سے آپ ﷺ کی بھی تسلی کر دی جاتی۔ مگر آپ ﷺ نے سلطنت پر عبدیت کو ترجیح دی اور غنا ظاہری اختیار نہیں فرمایا۔ دوسرے اگر غنائے ظاہری ہی مراد لی جائے جیسا مفسرین میں یہی مشہور ہے تو گو آپ ﷺ کے پاس مال جمع نہ رہتا تھا اور اسی سے شبہ عدم غنائے ظاہری کا ہو سکتا ہے مگر جو مقصود ہے، مقصود ظاہری سے کہ کوئی مصلحت اٹکی نہ رہے۔ وہ مقصود اس طرح حاصل کہ وقتاً فوقتاً اس قدر مال آتا تھا کہ سلاطین و امراء کی طرح آپ ﷺ خرچ فرماتے تھے جن میں یہ بھی حکمت تھی کہ آپ ﷺ مقتداء تھے اور مقتدا کے لئے وقعت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ عرفاً تمول سے ہوتی ہے بشرطیکہ تمول و تحول بھی مسلط ہو (یعنی سخاوت بھی ہو۔ نہ لوگوں کو دیتا دلاتا رہے جس سے مال چلتا پھرتا) چنانچہ جب حضور ﷺ کے ظاہری غنا کی بھی یہ حالت تھی کہ آپ ﷺ نے حج وداع میں سو اونٹ قربان کئے جس میں تریسٹھ اپنے دست مبارک سے نحر کئے جس کی تفصیل حدیث میں آئی ہے۔ "کلھن یزدلفن الیہ" کہ اونٹ حضور ﷺ

کی طرف اپنی گردن بڑھاتا تھا گویا ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ پہلے مجھے ذبح کیجئے سبحان اللہ کیا شان محبوبیت تھی۔

همه آهوان صحرا سر خود نهاده بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

یہ شعر حضور ﷺ ہی کی شان میں زیادہ چسپاں ہے۔ واقعی آپ ﷺ تو ایسے ہی تھے کہ جانور اپنی گردنیں خود آگے بڑھاتے تھے اور ہر ایک چاہتا تھا کہ کاش پہلے میں آپ ﷺ کے ہاتھ میں ذبح ہو جاؤں، تو اتنے اونٹوں کا ذبح ہونا بدون ظاہری غنا کے کم ممکن ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عطاء اور سخاوت کی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ آپ ﷺ نے سو سو، دو سو اونٹ ایک ایک شخص کو عطا فرمائے۔ ایک اعرابی کو بکریوں کا بھرا جنگل عنایت فرما دیا۔ بحرین سے جب مال آیا تو وہ اتنا تھا کہ مسجد میں سونے چاندی کا ڈھیر لگ گیا اور حضور ﷺ نے سب کا سب ایک دم سے بانٹ دیا اور بعض صحابہ کرام کو اتنا دیا جتنا وہ اٹھا سکتے تھے۔ ایسی نظیریں تو سلاطین کے یہاں بھی نہیں سنی جاتیں۔ اور اس سے آپ ﷺ کا غنائے ظاہری بھی ظاہر ہے کیونکہ عطائے ظاہری کی حقیقت مال کا رکھنا نہیں ہے بلکہ مال کا خرچ کرنا ہے وہ بوجہ اکمل ثابت ہو گیا۔ (اشرف الجواب، ۴۹۵)

فقر اضطراری کہنے والے کا حکم

اس بدبخت گستاخ نے حضور ﷺ کے فقر کے حوالے سے جو کچھ لکھا ہے ایسی ہی بات اندلس میں ابو حاتم طلیطلی نے کہی تھی اور ساتھ آپ ﷺ کو یتیم بھی کہا تھا، اس پر آئمہ امت نے جو کچھ لکھا ہے اس میں سے صرف تین علماء کی آراء ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام احمد خفاجی رقمطراز ہیں۔

ھذا جھل منه باللہ تعالیٰ یہ اس کی اللہ تعالیٰ اس کی قدرت،

وقدرته وبالنبي صلى الله عليه وآله وسلم وعزته ولواراد صلى الله عليه وآله وسلم ان تكون جبال مكة ذهبا كانت وقد عرض عليه ذلك فاباه صلى الله عليه وآله وسلم كما قال البوصيري رحمته الله عليه وكيف تدعوا الى الدنيا ضرورة لولاه لم تخرج الدنيا من العدم وهو غني عن البيان

حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے مقام سے جہالت ہے۔ اگر حضور ﷺ چاہتے تو پہاڑ سونا بن جاتے' بلکہ آپ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا بھی تھا تو انہوں نے انکار کر دیا تھا۔ امام بوصیری نے خوب کہا' دنیا آپ ﷺ کی مجبوری کیسے بن سکتی ہے' اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو دنیا عدم سے وجود میں ہی نہ آتی۔ یہ بات تو محتاج بیان ہے ہی نہیں۔

آگے امام ابن حجر کے حوالے سے لکھا کہ اگر اس نے کوئی اور گستاخی نہ کی ہوتی۔

بل زعمه ماذكر في الزهد ينبغي ان يكون كافيًا في كفره وهو ظاهر لنسبة النقص اليه صلى الله عليه وآله وسلم

محض اس کا آپ ﷺ کے زہد وفقر پر طعن کرنا ہی اس کے کفر کے لئے کافی ہے۔ اس کا آپ ﷺ سے حوالے سے نقص ہونا نہایت ہی واضح ہے۔

(نسیم الریاض' ۴=۳۴۵)

۲۔ حضرت ملا علی قاری نے بھی بعینہ یہی بات تحریر فرمائی ہے۔

هذا جهل منه بحاله عليه الصلوة والسلام وبكماله في هذا المقام حيث خير ان يكون نبيا ملكا وبين ان

یہ اس کی آپ ﷺ کے مقام و کمال سے جہالت ہے' آپ ﷺ کو تو نبی عبد اور نبی ملک بننے کا اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے فقر کو اختیار کرتے ہوئے فرمایا

يكون نبيا عبدا فاختار الفقر وقال اجوع يوما فاصبر واشبع يوما فاشكر ليكون مظهر النعت الجلال ووصف الجمال.........

میں ایک دن بھوکا رہ کر صبر کروں اور ایک دن سیر ہو کر شکر کروں تاکہ نعت جلال اور وصف جمال کا مظہر بن جاؤں.........

انما اراد الملعون الطعن في زهده والقدح في فقره مع انه محل فخره

اس لعنتی نے آپ ﷺ کے زہد و فقر پر طعن و اعتراض کیا ہے' حالانکہ وہ تو آپ ﷺ کے لئے فخر کا سبب ہے۔

آگے لکھا: اگر ابو حاتم لعنتی اور کوئی بے ادبی نہ کرتا' صرف آپ ﷺ کو فقیر ہی کہتا۔

الاستحقار في حقه ممايكفي امرواحد منها في تكفيره وقتله

تو بھی اس کے کفر اور قتل کے لئے اسی قدر حقارت کا پہلو کافی تھا۔

(شرح الشفاء' ۲=۳۹۸)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اگر اس پروفیسر نے اور گستاخیاں نہ بھی کی ہوتیں' صرف آپ ﷺ کو جو اس نے مجبور وفقیر سمجھتے ہوئے لکھا آپ ﷺ کے صحابہ کرام اکثر فاقہ کشی کا شکار رہتے۔ (ص'۸۸) اگر آپ ﷺ ہی رزق تقسیم کرتے ہیں' تو پھر اپنے اہل و عیال اور اکثر صحابہ کرام کے ساتھ ایسا رویہ کیوں روا رکھا؟۔ (ص'۸۹)

آخر میں شیخ ابن تیمیہ کا قول بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ شفاء کے حوالے سے ابو حاتم کی گستاخی کا ذکر کرنے کے بعد لکھا۔

هذا الباب كله مماعده العلماء

اس بارے میں ان تمام باتوں کہ اہل علم

سبا او نقصا یجب قتل قائلہ لم یختلف فی ذلک متقدمھم ولا متاخرھم

(الصارم المسلول، ۵۲۷)

نے سب و شتم اور عیب قرار دیتے ہوئے ان کے قائل کو قتل کا حکم دیا ہے اور اس میں متقدمین اور متاخرین علماء میں سے کسی کو اختلاف نہیں

اَنَا اَوَّلُ المُسلِمِین

کیا حضور ﷺ ایمان سے بھی واقف نہ تھے؟

اس بدبخت و گستاخ نے سورہ شوریٰ کی آیت نمبر ۵۲ کا غلط مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔

وہی کتاب جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی، وہی ایمان جس کی آپ ﷺ نے دعوت دی، لیکن ایک وقت تھا کہ آپ ﷺ ان باتوں سے واقف نہ تھے (ص، ۴۵)

اس نے اس عبارت میں یہاں تک بک دیا کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے ایمان سے واقف تک نہ تھے، حالانکہ کتاب و سنت کی روشنی میں تمام امت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی اعلان نبوت سے پہلے بھی صاحب ایمان ہوتا ہے۔ ہاں اس کے تفصیلی احکام سے بعد میں آگاہ ہوتا ہے۔ مثلاً لوگوں کو کن بنیادوں پر دعوت دینی ہے، اس کا تفصیلی طریقہ کار نزول شریعت سے اسے عطا کیا جاتا ہے۔

سورۂ شوریٰ کی آیت مبارکہ

ماکنت تدری ما الکتاب ولاالایمان

آپ ﷺ نہیں جانتے تھے کتاب کیا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ ایمان (کے تفصیلی احکام) سے آگاہ تھے۔ (الشوریٰ، ۵۲)

کا مقصد بھی یہی ہے۔ آیئے اس آیت کے تحت آئمہ امت کی آراء ملاحظہ کیجئے۔

امام احمد خفاجی لکھتے ہیں، جہاں قرآن مجید نے کہا کہ آپ ﷺ ایمان سے آگاہ نہ تھے اس کا مفہوم وہی ہو گا جو دیگر آیات و احادیث سے متضاد نہ ہو، اگر ہم دیگر کو پیش نظر نہ رکھیں تو لازم آئے گا کہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے کفر سے معصوم نہ ہوں، حالانکہ آپ ﷺ کا معصوم ہونا اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس آیت کا معنی یہ ہو گا۔

المراد به الایمان بما یجب الایمان به من احکام الشریعة لا مجرد التوحید والتصدیق

یہاں ایمان سے مراد احکام شریعت ہیں نہ کہ محض توحید اور اس کی تصدیق۔

(نسیم الریاض ۴=۵۱)

امام ابواللیث سمرقندی نے یہ مفہوم بیان فرمایا کہ یہاں آپ ﷺ کا ایمان مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے

ولاکیف تدعو الخلق الی الایمان (الشفاء ۲=۲۷۲)

کہ آپ ﷺ یہ نہ جانتے تھے کہ لوگوں کو ایمان کی دعوت کیسے دینی ہے۔

اس خبیث آدمی نے تو بالکل صاف کہہ دیا کہ آپ ﷺ ایمان سے آگاہ نہ تھے، یعنی نعوذباللہ آپ ﷺ اعلان نبوت سے پہلے صاحب ایمان بھی نہ تھے۔ اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے؟

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا نائب اور خلیفۂ اعظم بنایا ہے، آپ ﷺ اس کے خازن اور اس کے خزانوں کے تقسیم کنندہ ہیں۔ متعدد احادیث صحیحہ میں اس پر تصریح موجود ہے ان میں سے چند کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

۱۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم واللّٰہ یعطی

میں تو فقط تقسیم کرنے والا ہوں، عطا کرنے والا اللہ ہے۔

(البخاری، ۱=۱۶)

(المسلم، ۱=۳۳۲)

۲۔ انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں۔

واللّٰہ المعطی وانا القاسم

اللہ عطا کرنے والا اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

(البخاری، ۱=۴۳۹)

۳۔ تیسری روایت کے الفاظ ہیں۔

انما قاسم و خازن واللّٰہ یعطی

میں قاسم اور خازن ہوں اور عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

(البخاری، ۱=۴۳۹)

۴۔ مسلم کے الفاظ ہیں۔

انما انا خازن انما........ انا قاسم ویعطی اللّٰہ

میں خازن و قاسم ہوں اور اللہ ہی عطا کرنے والا ہے۔

(المسلم، ۱=۳۳۳)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

انما انا قاسم اضع حیث امرت

میں تقسیم کنندہ ہوں اور وہاں ہی خرچ کرتا ہوں جہاں کا حکم ہوتا ہے۔

(البخاری، ۱=۴۳۹)

۶۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

بعثت قاسما اقسم بینکم

مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں تم میں (اللہ کے خزانے) تقسیم کروں۔

ان تمام روایات کو پڑھیئے کسی جگہ آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود نہیں کیا گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا خازن قرار دیدیا تو اب اس کے بعد یہ کہنا ہرگز درست نہیں کہ آپ ﷺ کو صرف علم کا خزانہ دیا گیا ہے، دیگر خزائن نہیں دیئے گئے۔ اگر ایسی قید لگانا ہوتی تو حضور ﷺ خود لگا دیتے، محض ضد و ہٹ دھرمی کی بنیاد پر آپ ﷺ کی تقسیم کو محدود کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا، پھر یہاں اللہ تعالیٰ کی عطا کا بھی ذکر ہے۔ کیا وہ بھی علم تک ہی محدود ہو گی؟ جیسے اللہ تعالیٰ کی عطا متعین نہیں اسی طرح اس کے حبیب ﷺ کی تقسیم بھی متعین نہیں۔

ان روایات کے بعد دیگر کسی حوالہ کی ضرورت نہیں مگر پھر بھی ہم کچھ آئمہ امت کے الفاظ نقل کیئے دیتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے ان احادیث سے کیا سمجھا ہے۔

۱۔ حضرت ملا علی قاری "انما جعلت قاسما لاقسم بینکم" کی شرح میں لکھتے ہیں

ای العلم والغنیمة ونحوهما وقیل البشارة للصالح والانذار للطالع ویمکن ان تکون قسمة الدرجات والدرکات مفوضة له صلی اللّٰه علیه و آله وسلم

اس سے علم، غنیمت اور ان کی مثل دیگر اشیاء مراد ہیں، بعض نے صالح کے لئے بشارت اور بد کے لئے ڈرانے والا مراد لیا ہے۔ ممکن ہے اس سے مراد درجات ہوں جو آپ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے۔

آگے فرماتے ہیں۔

ولا منع من الجمع کما یدل علیه حذف المفعول لتذهب انفسهم کل مذهب ویشرب کل واحد من ذلک المشرب

ان تمام کو جمع کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں جیسا کہ اس پر مفعول کا حذف دال ہے تاکہ اس سے جو بھی مراد لیا جائے درست ہو۔

(المرقاۃ المفاتیح، باب الاسامی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

قسمت مے کنم میان شما از جانب حق وآں چه وحی کرده شده است بسوئے من وفرستاده شده بر من از علم و عمل ومے رسانم یکے را آں چه نصیب اوست ومستحق ست مر آنرا ومے کنم ہر کس داد وجائے که در مرتبه اوست از فضل وشرف

میں تم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقسیم کرنے والا ہوں جو اس نے میری طرف وحی کی ہے اور جو مجھے علم و عمل عطا فرمایا میں ہر ایک کو حصہ دیتا ہوں جس کا وہ مستحق ہے، اور میں ہر شخص کو اس کے مرتبہ و فضل کے مطابق مقام دیتا ہوں۔

(اشعۃ اللمعات، ۴=۴۴)

۳۔ امام محمد مہدی فاسی ان مبارک الفاظ کا مفہوم ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

وهو خلیفة الله فی العالم وواسطة حضرته والمتولی لقسمة مواهبه واعطیته فکل من حصلت له رحمة فی الوجود او خرج له قسم من رزق الدنیا والاخرة والظاهر

جہاں میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور بارگاہ الوہیت میں واسطہ ہیں۔ اور اس کی بخششوں اور عطاؤں کی تقسیم کے امین ہیں۔ تو جس کسی کو اس کائنات میں کوئی رحمت ملی یا جس کسی کو دنیا و آخرت، ظاہر و باطن،

والباطن والعلوم والمعارف والطاعات فانما خرج له ذلک علی یدیه وبواسطته صلی الله علیه وآله وسلم

علوم ومعارف اور طاعات سے جو حصہ ملا ہے وہ خود آپ ﷺ کے ہاتھوں اور واسطے سے ملا ہے۔

(مطالع المسرات، ۲۴۶)

اس کے بعد اس گستاخ کی یہ عبارت پڑھیے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو قاسم رزق الٰہی بنا کر بات کا بتنگڑ بنا دیا۔

باقی اس کا یہ کہنا کہ یہ حدیث فلاں باب میں ہے، اس لئے اس کا معنی صرف علم اور غنیمت تک ہی محدود ہے، اس پر سوائے افسوس کے کیا کہا جا سکتا ہے۔ سوچیے یہ احادیث اس وقت بھی تھیں جب کتب احادیث اور ان کے عنوانات معرض وجود میں نہ آئے تھے، بلکہ اگر محدث حدیث کو کسی عنوان کے تحت ذکر کرتا ہے تو اس کا مفہوم ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ اس سے صرف مذکورہ مسئلہ ہی اخذ کیا جا سکتا ہے اور کسی دوسرے مسئلہ پر اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

حذف مفعول کی وجہ سے عموم

حضرت ملا علی قاری وغیرہ نے عموم پر جو دلیل قائم کی ہے وہ اس جاہل کے سامنے ہی نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ یہاں مفعول کو حذف کر دیا گیا یعنی نہ تو تخصیص کی گئی کہ اللہ تعالیٰ فلاں عطا فرماتا ہے اور نہ آپ ﷺ کی تقسیم کو کسی چیز تک محدود رکھا گیا۔ تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ حضور ﷺ اس کے تقسیم کنندہ ہیں۔

محدث مغرب شیخ عبداللہ صدیق غماری مذکورہ احادیث لانے کے بعد لکھتے ہیں۔

هذه الروايات الصحيحه تبين انه صلى الله عليه و آله وسلم يقسم بين امته مايرزقهم الله من معارف وعلوم واموال وغيرہا وليس قسمه عليه الصلاة والسلام خاصا" بمال الفئى والمغانم بل هذا عام كماذكرنا (الاحاديث المنتقاه فی فضائل رسول الله ۷۴)

صحیح روایات بتا رہی ہیں کہ آپ ﷺ اپنی امت کے درمیان اللہ کا عطا فرمودہ رزق تقسیم کرتے ہیں مثلاً علوم، معارف، اموال وغیرہ اور آپ ﷺ کی تقسیم صرف مال فی اور غنیمت تک ہی محدود نہیں بلکہ عام ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔

کچھ لوگوں نے کہا یہ تقسیم مال غنیمت تک ہی محدود ہے ان کا رد اور عموم پر دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

يوئد هذا العموم ويوكده امران الاولى قوله انما بعثت قاسما وهوا انما بعث لقسم ما اوتى من الهدى والنور والعلم والعرفان فاما قسم الفى والمخانم فهو امر ثانوى انما حصل بعدفرض الجهاد والامر يقتال المشركين بعد الهجرة الثانى انه عليه الصلاه والسلام نهى غيره ان يكتنى بابى القاسم وعلل النهى بانه

تقسیم کے عموم کی تائید و تاکید ان دو امور سے ہو رہی ہے اول یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے قاسم بنا کر بھیجا گیا ہے اور بلاشبہ آپ ﷺ جن چیزوں کی تقسیم کے لئے مبعوث کئے گئے ہیں وہ ہدایت، نور، علم اور عرفان ہے رہا مال غنیمت کا تقسیم کرنا تو وہ ثانوی امر ہے

اور یہ عمل تو آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد اجازت جہاد کے بعد فرمایا دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوسروں کو ابوالقاسم کنیت رکھنے سے منع فرمایا

يقسم ولوكان المراد قسم الفئى والمغانم لم يكن لهذا النهى والتعليل معنى لان كل امام وخليفه يقسم المخانم بين المجاہدين كما كان يفعل عمرو وغيره من الخلفاء وذلک هوا المقرر فى الشرع فلولا انه عليه الصلاة والسلام اختص فى القسم بشئى لم يشركه فيه غيره لم يكن للنهى متى كماذكرنا (ایضاً ۷۴=۷۵)

اور اس پر دلیل یہ دی کہ میں تقسیم کنندہ ہوں تمہارا یہ مقام نہیں اگر مراد مال فئی اور غنیمت کی تقسیم ہی ہوتی تو اس سے منع کرنے پر مذکورہ دلیل کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کیونکہ وقت کا ہر امام و خلیفہ مجاہدین کے درمیان مال غنیمت تقسیم کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر خلفاء کیا کرتے بلکہ شریعت میں یہی اصول ہے، اگر آپ ﷺ کی تقسیم ایسی نہیں جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو تو پھر کنیت سے منع کرنے کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا جیسا کہ ذکر ہوا

ملکیت اور تصرفات نبویہ علی صاحبہا الصلوہ والسلام کے بارے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

وملک و ملکوت جن و انس وتمامه عوالم بتقدير وتصرف الهى عزو علا در حيطه قدرت وتصرف ولے بود صلى الله عليه و آله وسلم (اشعه اللمعات ۱=۳۳۷)

ملک، ملکوت، جن و انس اور تمام جہان اللہ تعالیٰ کی تقدیر و اذن سے حضور ﷺ کے تصرف اور قدرت میں ہیں۔

جنہیں کتاب و سنت کی سمجھ آئی انہوں نے سچ کہا۔

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم
رزق ان کا کھلاتے یہ ہیں

مزید حوالہ جات اختیاراتِ مصطفیٰ ﷺ کے تحت ملاحظہ کیجئے۔

امیر کاروانِ اسلام

مفتی محمد خان قادری

کا دینی، علمی اور تحقیقی لٹریچر

آیئے قربِ مصطفےٰ ﷺ پائیں
شرح، اج سک متراں دی
حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
والدین مصطفےٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
مزاح نبوی ﷺ
علماءِ نجد کے نام اہم پیغام
اللہ اللہ حضور کی باتیں (ایک ہزار احادیث کا مجموعہ)
جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی ﷺ
مقصد اعتکاف
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
مسئلہ ترک رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں
محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
نعل پاک حضور ﷺ
صحابہ اور علم نبوی ﷺ
روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
تفسیر سورۃ الکوثر
تفسیر سورۃ القدر
قصیدہ بردہ پر اعتراضات کا جواب
امامت اور عمامہ
تفسیر سورۃ الضحیٰ والم نشرح

معراجِ حبیبِ ﷺ خدا
شاہکار ربوبیت ﷺ
ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ
حضور ﷺ کا سفر حج
امتیازات مصطفےٰ ﷺ
در رسول ﷺ کی حاضری
ذخائر محمدیہ ﷺ
محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
فضائل نعلین حضور ﷺ
شرح سلام رضا
نور خدا سیدہ حلیمہ کے گھر
نماز میں خشوع خضوع کیسے حاصل کیا جائے
حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے
اسلام اور تحدید ازواج
اسلام میں چھٹی کا تصور
مسلک صدیق اکبر عشق رسول ﷺ
شب قدر اور اسکی فضیلت
اسلام اور تصور رسول ﷺ
مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
اسلام اور احترام والدین
والدین مصطفےٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
والدین مصطفےٰ ﷺ جنتی ہیں
نسب نبوی ﷺ کا مقام
عصمتِ انبیاء
اسلام اور خدمت خلق
تحریک تحفظ ناموس رسالت کی تاریخی کامیابی
فضیلت درود و سلام

آثار رسول ﷺ کی عظمتیں
حضور ﷺ رمضان کیسے گذارتے؟
صحابہ کی وصیتیں
رفعت ذکر نبوی ﷺ
کیا رسول اللہ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
حضور ﷺ کی رضائی مائیں
ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
عورت کی امامت کا مسئلہ
عورت کی کتابت کا مسئلہ
منہاج النحو
منہاج المنطق
معارف الاحکام
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پانزدہم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
صحابہ اور محافل نعت
صحابہ کے معمولات
خواب کی شرعی حیثیت
حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب
علم نبوی ﷺ اور امور دنیا
علم نبوی ﷺ اور منافقین
نظام حکومت نبوی ﷺ
وسعت علم نبوی ﷺ